جامِ انا

رحمٰن جامی

اِدارۂ اقلیمِ ادب۔ حیدرآباد

جملہ حقوق بہ حق آسنہ رحمٰن جامی محفوظ

پہلی بار : ایک ہزار

سنہ اشاعت : سنہ ۱۹۹۰ء

○

سرِورق : سعادت

○

انتخاب و ترتیب : حامد مجاز

○

قیمت : برائے شائقین ۳۰ روپے

برائے لائبریریز ۵۰ روپے

ملنے کے پتے :

○ آلصحراء ۱۲-۲-۸۳۰/۷/۳ ہل کالونی، مراد نگر، مہدی پٹنم حیدرآباد-۲۸

○ الکتاب III-9 میور کوشل، عابد روڈ حیدرآباد

○ حسامی بک ڈپو ۱۲۵ مچھلی کمان، حیدرآباد

○ بک ڈپو انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش، اردو ہال حمایت نگر حیدرآباد

○

والدہ مرحومہ

حضرت عائشہ خاتون

{ صدر معلمہ مدرسۃ النسوانؔ رائچور }

کے نام

جن کی تربیت نے

مجھے شاعر بنا دیا۔ !

اہتمام : قاری محمد عبدالعلیم ○ خوش نویسی : سلام خوش نویس

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

تمام تعریفیں اللہ رب العٰلمین کے لیے ہیں، جس نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔
اللہ عزّ و جل کی رحمتیں ہوں تمام برگزیدہ بندوں پر اور بالخصوص حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و اصحاب اور متبعین پر۔ اما بعد ــــ پیشِ نظر مجموعۂ کلام "جامِ آنا" برادرم محمد عبدالرحمٰن جامی المعروف بہ رحمٰن جامی کی تخلیقات کا ایک جزو ہے جو ان کے غیر مطبوعہ کلام کے ذخیرہ سے اُن کے مخلصین، مداحوں اور تلامذہ کے مسلسل اصرار اور شدید تقاضوں کی بنا پر چند غزلوں پر مشتمل ہے، جن کا انتخاب اُن کے ایک ادب نواز اور سخن شناس دوست جناب حامد مجاز نے کیا ہے اور اس منتخبہ مجموعہ "جامِ آنا" کو فنِ خطاطی کے استاذ العصر، یکتائے زمانہ بین الاقوامی شہرت اور مہارت کے حامل جناب سلام خوشنویس صاحب عم اللہ فیوضہ نے اپنی غیر معمولی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بصد شوق اپنے دستِ لاجواب سے قرطاس پر مُزیّن فرمایا ہے۔

رحمٰن جامی، محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ ہندوپاک کے اُردو زبان میں شائع ہونے والے متعدد معیاری ماہوار رسالوں میں برسوں سے ان کا کلام، نظموں اور غزلوں کی صورت میں چھپتا آرہا ہے، نیز مؤقر روزناموں اور اخبارات، جن میں "سیاست" اور "منصف" بطور خاص قابلِ ذکر ہیں، مسلسل شائع ہوتے رہنے کے علاوہ کُل ہند مشاعروں میں اپنا کلام سُنا کر داد و ستائش حاصل کرتے رہے ہیں۔ "اقلیمِ ادب" اُردو انجمن کے بانی اور صدر برسوں رہ چکے ہیں۔ ہندوپاک کے علاوہ امریکہ اور یورپ اور عرب علاقوں کے بڑے شہروں، جہاں اُردو نواز اور ادب دوست قیام پذیر ہیں، ان کے کلام کے مدّاح ہیں۔
ان کے تقریباً دو ڈھائی سو شاگرد ہندوستان اور بیرونِ ہند پھیلے ہوئے ہیں۔ رحمٰن جامی بروز شنبہ اکتوبر ۱۹۳۴ء بوقت عصر، مستقر محبوب نگر کے سرکاری دواخانے کے احاطے میں پیدا ہوئے۔ والد مکرم قاری شیخ محمود علیہ الرحمہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں (کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو وہ نام زیادہ پسند ہیں جو عبدیت کے ساتھ ہوں، مثلاً عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم) اپنی آبائی شیخیت کو ترک کرکے اپنے نومولود فرزند کا نام محمد عبدالرحمٰن رکھا۔ ــــ، چونکہ والد مکرم سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک سالک تھے اور حضرت جامی علیہ الرحمہ (۸۱۷ھ تا ۸۹۸ھ جو نقشبندی سلسلہ کے اولیائے کاملین میں سے تھے) کے نعتیہ فارسی اور عربی کلام سے بے حد متاثر تھے اور اکثر اُن کا نعتیہ کلام بڑے لُطف کے ساتھ دُہرایا کرتے۔ حضرت جامی علیہ الرحمہ سے اپنی غیر معمولی محبت و عقیدت کی بناء پر اپنے نومولود فرزند کی عرفیت بھی جامی رکھی۔
بس یہ عرفیت اور پھر نام کے ساتھ مشابہت بہرحال رنگ لے آئی اور یہ نام ہی کی نسبت اور برکت کا ظہور ہے کہ رحمٰن جامی کو اللہ تعالیٰ نے ایک مقبول اور معروف شاعر کی حیثیت بخشی اور صحیح احساسات و جذبات ذہانت و ذکاوت اور صلاحیتوں سے نوازا۔

برادرم محمد عبدالرحمٰن جامی کی پیدائش کے بعد چند ہی ماہ میں والدہ ماجدہ نے اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ نتیجتہً یہ شیر مادر سے محروم ہوگئے۔ لیکن خاندان کی ایک بزرگ اور محترم خاتون حقیقی پھوپھی الحاجہ حضرت عائشہ خاتون صدر معلمہ مدرسہ

نسوان رائچور نے رحمٰن جامی کو متبنیٰ بنا کر بے حد لاڈ و پیار کے ساتھ اکلوتے فرزند کی طرح ان کی پرورش اور تربیت کی۔
رحمٰن جامی کی ابتداء سے فوقانیہ کی فراغت تک تعلیم رائچور میں ہوی۔ رائچور کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں یہ خداداد ذہانت اور استعداد کی بناء پر تمام اساتذہ میں بہت مقبول رہے اور ذہین اور ممتاز طالبِ علم ہونے کے سبب اوّل جماعت سے نہم کی تکمیل تک ہر مرحلہ پر اپنی کلاس کے مانیٹر رہے۔ پانچویں جماعت میں متعلم تھے، تب ہی سے شعر گوئی کی مشق شروع کر دی اور ممتاز اساتذہ کی ستائش نے انھیں مقامی ہفتہ وار مشاعروں میں ایک کمسن شاعر کی حیثیت سے کلام سُنا کر بڑے شاعروں کے ساتھ داد و ستائش حاصل کرنے کا مواقع فراہم کیا۔ اس طرح اس کمسن شاعر کو بچپن ہی سے پورے ضلع رائچور میں سخنوری کا ایک مقبول اور ممتاز مقام حاصل ہوا۔ ابتداء میں ترقی پسند شعراء سے زیادہ متاثر رہے اور برسوں یآر جامی کے تخلص کے ساتھ لکھتے اور رسالوں میں چھپتے رہے لیکن من بعد کوئی ۲۸ سال قبل بعض مخلصوں کے مسلسل مشوروں سے یآر جامی کے تخلص کو ترک کرکے رحمٰن جامی سے متخلص ہوے۔

رحمٰن جامی نے پچھلے بیالیس برس سے مسلسل اُردو ادب میں کلام لکھتے ہوے اپنے اشعار کا ایک خزانہ جمع کیا ہے یہ ان کا غور کا نتیجۂ فکر ہے جو صرف "آورد" کا نتیجہ نہیں بلکہ "آمد" کی خداداد دین بھی ہے، ان کا کوئی استاد نہیں، البتہ ان کے کئی شاگرد ہند و بیرونِ ہند پھیلے ہوے ہیں۔ ان کا کلام سنجیدہ، سادہ، حقائق اور صحیح احساسات اور جذبات کی ترجمانی پر مبنی ہوتا ہے۔ نعت، رباعی، غزل، مسدّس اور قدیم طرز پر نظم کے علاوہ جدید طرز پر ترقی پسندانہ نظموں کے لکھنے پر بے تکلف قدرت رکھتے ہیں، اور سخن کے دیگر تمام اصناف میں نہ صرف طبع آزمائی کی ہے بلکہ نئے نئے تجربے بھی کیے ہیں، مثلاً سانیٹ، ترائیلے، ہائیکو اور اُردو دوہے وغیرہ جو انشاء اللہ رحمٰن جامی کے دوسرے مجموعے "فسطاط" میں شامل رہیں گے۔ بایں وجہ ان کے کلام پر داد بھی خوب ملتی ہے۔

رحمٰن جامی کے کلام کو جو شہر حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے ممتاز و معروف اساتذۃُ الشُّعراء نے نہ صرف پسند کیا بلکہ بے انتہا سراہا اور لوہا مانا ہے، جن میں خصوصیت سے قابلِ ذکر علّامہ حیرت بدایونی مرحوم، حضرت مولانا سید معز الدین معز ملتانی مرحوم محمد تقی برق مرحوم، مسعود مفکر مرحوم اور حضرت مولانا محمد عبدالوہاب قاری مدظلہ (خلیفہ حضرت عبدالقدیر حسرت صدیقیؒ) وغیرہ ہیں۔ اب تو تقریباً نصف صدی کی طویل مدّت نے رحمٰن جامی کو ایسا کہنہ مشق ماہر شاعر اور عکاسِ حقائق بنا کر اُس مقام پر پہنچا دیا، جہاں پہنچ کر ایک فن داں عام ستائش سے مستغنی اور غیر محتاج ہوجاتا ہے اور قارئین اور سامعین کو اپنے فن، اور کلام کا پیاسا متلاشی اور منتظر بنا دیتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ سخن فہم حضرات رحمٰن جامی کے ذخیرۂ کلام کے منجملہ اس پہلے مجموعے کو پسند اور قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور یہ مجموعہ اُردو ادب کے موجودہ خزانوں کا ایک قیمتی حصہ ہوگا۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

قاری محمد عبدُالحلیم
صدر انجمن خدام القرآن (انڈیا) حیدرآباد و اقراء قرأت سوسائٹی
معتمد عمومی، آل انڈیا مجلس قرأت
خطیب، (اعزازی) جامع مسجد معظم پورہ، ملے پلی۔ حیدرآباد

ہل کالونی، مُرادنگر حیدرآباد ۵۰۰۰۲۸
المرقوم ۱۶؍ جنوری ۱۹۹۰ء

شُکریہ

سپاس گزار ہوں ۔

- میرے بڑے بھائی الحاج قاری محمد عبدالعلیم مدظلہٗ کا جن کی محبت شفقت عنایت و معاونت کی بناء پر "جامِ اناء" منظرِ عام پر آسکا۔
- عالیجناب شیخ حیدر مالک فیمس اسٹیل ورکس کا اُن کی کرم فرمائی و مخلصانہ تعاون کے لئے۔
- حضرت محبوب حسین جگر جوائنٹ ایڈیٹر روزنامہ سیاست کا جن کی ہمت افزائی اور شفقت "جامِ اناء" کے علاوہ میرے ادبی سفر کے ہر مرحلے پر میرے ساتھ رہی۔
- میرے پھوپھی زاد بھائی مُلّا نظام الدین شوقی نظامی المعروف بہ دادا پیر (ادونی) کا اُن کی ہمّت افزائی و تعاون کے لئے۔
- میرے عزیز دوست حامد مجازی کا جنھوں نے میری شاعری کی متعدد ضخیم بیاضوں سے نہایت دقتِ نظر اور محنتِ شاقہ سے نہایت سخت اور کڑا انتخاب کرکے "جامِ اناء" کی ترتیب کی اور
- میری سب سے بڑی مشکل آسان کر دی (جو یقیناً میرے بس کی بات نہیں تھی)
- میرے بھانجے سید یوسف (کے بی این انجینیرنگ کالج گلبرگہ) کا ان کے پُر خلوص تعاون کے لئے
- میرے عزیز دوست صلاح الدین نیّر کا جنکا مسلسل و مخلصانہ اصرار "جامِ اناء" کے وجود میں آنے کا باعث بنا
- میرے عزیز دوست بین الاقوامی شہرت کے حامل جناب سلام خوشنویس کا جنھوں نے اپنی بے پناہ مصروفیت کے باوجود "جامِ اناء" کو اپنے قلم سے زینت بخشی۔
- ملک کے مشہور مصوّر میرے دوست جناب سعادت کا جنھوں نے اپنے موئے قلم سے "جامِ اناً" کے ٹائٹل کی صورت گری کی۔
- میرے شاگرد رشید قدیر انصاری کا جنکی شب و روز تگ و دو کے بغیر "جامِ اناء" کا منظرِ عام پر آنا ممکن نہیں تھا۔
- حضرت ابوالخیر محمد صابر علی (قاضیِ رائچور) کا جنکے مفید مشورے میرے لئے مشعلِ راہ بنے
- میرے عزیز قاری سید لطیف محی الدین احمد (اے سی ٹی او) کا جن کا تعاون اور مشورے ہر قدم پر حاصل رہے۔

- میرے بھتیجے محمد شجاعت (کنڑی زبان کے جواں سال شاعر) کا جس نے میری بیشتر نظموں کا کنڑی زبان میں ترجمہ کیا اور جسے "جامِ انا" کا بے چینی سے انتظار تھا۔
- محمد اسحٰق اقبال، سید آصف علی نوید اور سید سیف الدین بابر کا جنکا پرخلوص تعاون مجھے ہمیشہ حاصل رہا۔
- میری بھتیجی سعیدہ ارشدی (ایم اے) کا جو ہمیشہ میری ممد و معاون رہی۔
- میری پیاری بیٹی حمیرا جامی کا جس نے قدم قدم پر میری مدد کی اور جس کا سلیقۂ خدمت میرے لئے باعثِ افتخار ہے۔
- میری شریکِ حیات آمنہ رحمٰن جامی کا جس نے نہ صرف مجھ کو بلکہ میری شاعری کو بھی جی جان سے چاہا اور میرے ایک ایک شعر کی اپنی اولادِ معنوی کی طرح حفاظت کی۔
- خواجہ پریس کے مالک میاں اسد کا جنھوں نے "جامِ انا" کی کتابی شکل کی تمام تر ذمہ داری اپنے سر لے لی اور مجھے ساری فکروں سے آزاد کر دیا۔
- جنابِ صمد مالک صیام آفسٹ پریس کا جنھوں نے "جامِ انا" کے سرورق کے رنگ و نقش کو عکس عطا کیا۔
- ڈاکٹر حسینی شاہد و ڈاکٹر زینت ساجدہ کا جن کی شفقت و سرپرستی ہمیشہ میرے ساتھ رہی۔
- ان کے علاوہ میرے شاگردان و مخلصین واحباب بالخصوص سید معین الدین رازی (ڈپٹی ڈائرکٹر انڈسٹریز) غنی نعیم (انوار العلوم کالج) سید ناظر الدین ناظر (سکشن آفسر ٹاؤن پلاننگ) قادر نادری (الکٹریکل انجنیئر) سید مصلح الدین سعدی (جدّہ) ڈاکٹر سید مجاور حسین رضوی (حیدرآباد یونیورسٹی) ڈاکٹر رحمت یوسف زئی (حیدرآباد یونیورسٹی) جمیل شیدائی، محمود انصاری ایڈیٹر منصف، رؤف خیر خواجہ صدیق احمد، حسن فرخ، سید عارف الدین (مالک اے بی الیس پرنٹرس) میرے بھانجے باقی نظامی (ادونی) ظہیر بایار (رائچور) عثمان شاہین (گنتکل) منیر الزماں منیر، محمد صدیق (ان پڑھ کھونگیری) ماجد (شاگرد سلام خوشنویس) اور میرے بھتیجے احمد عبد اللہ محمود اور میری بھتیجیاں احمدی، محمدی اور امجدی کا شکر گزار ہوں کہ ان کی نیک تمنائیں اور مخلصانہ مشورے اور خدمات میرے ساتھ رہیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(تمام تر مطلعوں پر مشتمل)

تیری چاہت سے ہر اک جذبہ جواں ٹھہرا ہے
ہر نفس میری محبت کی زباں ٹھہرا ہے

دِل تری یاد میں کب اور کہاں ٹھہرا ہے
اِک ترا نام ہی اب وردِ زباں ٹھہرا ہے

جانے تُو کس لیے پردے میں نہاں ٹھہرا ہے
میرا ہر حُسنِ یقیں حُسنِ گُماں ٹھہرا ہے

دِل ہمارا ہی ترا کون و مکاں ٹھہرا ہے
ہم سے دُنیا میں ترا نام و نشاں ٹھہرا ہے

اب یہ جامی کا جو اندازِ بیاں ٹھہرا ہے
سچ تو یہ ہے کہ زمانے کی زباں ٹھہرا ہے

مُحمّد رسُول اللہ

خود ہی اظہار بھی ہے راز بھی ہے
تُو حقیقت بھی ہے، مجاز بھی ہے

تیرے عرفاں کی مے خُدا رکھے
میکشی کا مری جواز بھی ہے

تیری ہستی جہاں میں نُورِ یقیں
دہر میں میرا امتیاز بھی ہے

تیری صف میں سبھی برابر ہیں
اس میں محمود بھی، ایاز بھی ہے

زندگی میں مری بہ فیضِ جُنوں
ناز بھی ہے ترا نیاز بھی ہے

تیری رحمت، علاجِ دردِ دل
تُو، زمانے کا چارہ ساز بھی ہے

ہے سُخن فہم بھی خُدا رکھے
تیرا جامیؔ سُخن طراز بھی ہے

یہ کیسی سزا میرے خدا مجھ کو ملی ہے!
دُشمن ہے جو میری وہ انا مجھ کو ملی ہے!!

○

پھول پھینکے کہ مری راہ میں پتّھر پھینکے
جس کو جو پھینکنا ہے سوچ سمجھ کر پھینکے

لہر اُٹھے گی تو یہ عکس بھی چھن جائے گا
پُرسکوں جھیل میں اب کوئی نہ کنکر پھینکے

لفظ ہیں پھول بھی اور لفظ ہیں پتّھر بھی مگر
لفظ کچھ اور ہی تھے اُس نے جو مجھ پر پھینکے

مَیں گنہگار سہی، مجھ پہ بقولِ عیسیٰؑ
جو گنہگار نہیں ہے وہی پتّھر پھینکے

ہائے لوگوں نے یہ سمجھا کہ ہے نشّہ یہ بھی
توبہ کرنے کے لیے میں نے جو ساغر پھینکے

میں نے پیچ پیچ کے دکھایا ہے ہر اک بار اسے
جال دنیا نے تو ہر بار برابر پھینکے

خامشی میری ہمیشہ ہی مری ڈھال بنی
طنز کے تیر تو اس شوخ نے اکثر پھینکے

حال اپنا جو چھپانا ہی کسی کو ہے تو وہ
گھر کا کوڑا بھی نہ دروازے کے باہر پھینکے

اس کو یہ بات ذرا یاد دلا دو جامیؔ
جس کا شیشے کا مکاں ہے وہ نہ پتھر پھینکے

▲

○

ر وعدہ شکن، اِک شام کا انجام تھی
ک سحر پہ شام کا دھوکا ہوا

کب بھلا ظُلم کو بھی ظلم و ستم ہم سمجھے
آپ کے ظُلم و ستم کو بھی کرم ہم سمجھے

درد جو ہم کو ملا کم تو کسی طَور نہ تھا
اب یہ بات اور ہے کم آپ کا غم ہم سمجھے

وہ تکلّف جو تباہی کا بنا ہے باعث
اُس تکلّف کو محبت کا بھرم ہم سمجھے

سجدہ تجھ کو ہی کیا جب بھی جہاں پر بھی کیا
عشق میں تیرے کہاں دَیر و حرم ہم سمجھے

نیند مجھ کو کسی پہلو کسی کروٹ بھی نہیں
ایک مُدّت سے ترے پاؤں کی آہٹ بھی نہیں

سنسناتی ہوی پھرتی ہیں ہوائیں ہر سُو
اِک مرے در کے سِوا کوئی کھُلا پٹ بھی نہیں

وحشتِ دل ہے کہ دیوانہ بنا دیتی ہے
سَر پٹکنے کو مگر اب تری چوکھٹ بھی نہیں

یہ دلِ شوخ بھی خاموش ہے اِک مُدّت سے
ساتھ دینے کے لیئے ہائے یہ نٹ کھٹ بھی نہیں

حیدرآباد میں ہوں آج اکیلا جاحمیؔ
اس کی محفل کی طرح اب کوئی جمگھٹ بھی نہیں

پھر وہی راہ میں لُٹا ہو گا
جو نہ رہبر سے آشنا ہو گا

جس جگہ میرا نقشِ پا ہو گا
اِک نیا راستہ بنا ہو گا

آپ سے جو بچھڑ گیا ہو گا
وہ ابھی تک بھٹک رہا ہو گا

حُسنِ یکتا جو کہہ دیا میں نے
آپ ہوں گے اور آئینہ ہو گا

آپ کو جس نے اِک نظر دیکھا
وہ فقط دیکھتا رہا ہو گا

آپ کو لگ گئی ہے چُپ جامی
راز اُن کا چھپا لیا ہو گا

یہ تڑپ یہ کسک تمہاری ہے
دِل کی آواز تک تمہاری ہے

نغمۂ زندگی سے ہم آہنگ
چوڑیوں کی کھنک تمہاری ہے

ایک سورج ہے جیسے میرا دِل
اس میں ساری چمک تمہاری ہے

ایک شعلہ ہے زندگی گویا
اس کی ساری لپک تمہاری ہے

یہ جو ہے میرے سامنے دُنیا
اِس کے پیچھے کمک تمہاری ہے

آسماں پر کمند ڈالیں گے
خوب جامی سنک تمہاری ہے

ہوئے تھے یوں تو کئی لوگ ہمسفر اپنے
ملے تو دور رہے وہ جو تھے مگر اپنے

تمہارا ذکر جب آیا تو بار بار آیا
طویل ہو گئے حالات مختصر اپنے

اک ایسا دورِ مسلسل بھی ہم پہ گزرا ہے
رہا کیے ہیں بہت ہم بھی منتظر اپنے

تمہارے ساتھ مرے ذہن و دل کی سازش تھی
خودی نے ڈال دیے ہار کر سپر اپنے

یہ اُن کے حُسنِ تغافل کا فیض ہے جامیؔ
ہمیں تو غیر بھی آنے ہیں اب نظر اپنے

○

اپنی تنہائیوں سے گھبرا کر
بزم میں اُس حسیں کی جایا کر

آئینہ روز و شب نہ دیکھا کر
مجھ کو اب اسقدر نہ تنہا کر

جیت پیشِ نظر نہ تھی اپنی
ہم نے رکھ دی بساط اُلٹا کر

ابرِ باراں کے مُنتظر ہیں وہ
صحنِ گُلشن میں آگ برسا کر

ٹھوکروں میں تھی زندگی جاتی
ہم تو بھٹکے ہیں راہ پر آکر

▲

○

تمنّاؤں کا مسکن بن گیا ہوں
غموں کا اِک گھنا بَن بن گیا ہوں

مرے ہاتھوں ہوی تزئینِ گلشن
مگر معتوبِ گلشن بن گیا ہوں

نگاہوں سے گزر کر رفتہ رفتہ
کسی کے دِل کی دَھڑکن بن گیا ہوں

اُٹھا کر ناز اپنے دوستوں کے
مَیں خود اپنا ہی دشمن بن گیا ہوں

میرے اندر کوئی زندہ ہے اب تک
مَیں چلتا پھرتا مدفن بن گیا ہوں

زلیخاؤں میں اے رحمٰن جامی
کسی یوسف کا دامن بن گیا ہوں

○

ورنہ تمہاری بزم میں سب زر خرید ہیں
ہم ہی تمہارے دستِ رسا سے بعید ہیں

ہم ہی سے زندگی میں مسرّت کا ہے بھرم
ہم کشتگانِ غم ہی خوشی کی نوید ہیں

دیدارِ حُسن عام ہے اِس طرح آج کل
اہلِ نظر جو ہیں وہی محتاجِ دید ہیں

تم ہو نقیبِ ظُلم و ستم راہِ زیست میں
بجھتے ہوئے دلوں کی مگر ہم اُمید ہیں

جامیؔ تمام اپنی قدامت کے ساتھ ساتھ
کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم بھی جدید ہیں

▲

○

مطلعوں پر مشتمل غزل

سرد ہے لوگوں کا برتاؤ
آگ محبت کی سلگاؤ

آنکھوں سے پانی برساؤ
ارمانوں کی فصل اُگاؤ

سورج سے مت آنکھ ملاؤ
سچّائی کو مت جھٹلاؤ

ہنس کر دل میں آگ لگاؤ
رو کر سب کا دل بہلاؤ

جامیؔ صاحب شعر سناؤ
شب کو جاگو اور جگاؤ

▲

○

دلِ بد سلیقہ سے بیزار ہوں مَیں
مگر پھر بھی اُس کا طرفدار ہوں مَیں

زمانے نے مجھ ہی کو چھینا ہے مجھ سے
زمانے سے اپنا طلبگار ہوں مَیں

مسرّت کے ساحل سے ٹکرا رہا ہوں
تلاطُم میں غم کے گرفتار ہوں مَیں

اس آئینہ خانے میں آ کر تو دیکھو
بہر سمت عکسِ رُخِ یار ہوں مَیں

مَیں شاعر ہوں، ہر دل میں دھڑکن ہے میری
زمانے کی سانسوں کی رفتار ہوں میں

بنا ہوں بگڑ کر یُوں رحمٰن جامی
اب اپنی جگہ ایک شہکار ہوں مَیں

۰

بظاہر آپ کے حالات اور ہی کچھ ہیں
جو دل میں خفتہ ہیں جذبات اور ہی کچھ ہیں

زباں جو کہتی ہے کچھ اور ہے حقیقت میں
شکستہ دِل کی حکایات اور ہی کچھ ہیں

مِری طرح تو کئی لوگ مطمئن ہیں یہاں
مگر جو پُوچھئے حالات اور ہی کچھ ہیں

الگ ہیں فکر کی چوٹیں، جُدا ہیں خواب کے غم
دِل و نگاہ کے صدمات اور ہی کچھ ہیں

نہ چاندنی ہے خوشی کی نہ اِنبساط کی دُھوپ
جو میرے ساتھ ہیں دن رات اور ہی کچھ ہیں

فریبِ حُسن اگر ہے ستم شعار تو کیا
وفا کے کشف و کرامات اور ہی کچھ ہیں

تیقّنات تو اُن کے اگرچہ ہیں جامیؔ
دلِ غریب کو خدشات اور ہی کچھ ہیں

حُسن کے ساتھ وفا کیجے مگر کیوں کیجے
کیجے اِک یہ بھی خطا کیجے مگر کیوں کیجے

عِشق کے ساتھ جفا کیجے مگر کیوں کیجے
عقل کو راھنما کیجے مگر کیوں کیجے

دَرد ہنس ہنس کے سہا کیجے مگر کیوں کیجے
غم کا احساس کیا کیجے مگر کیوں کیجے

یہ تو اپنے ہیں جو غیروں کی طرح ملتے ہیں
خود کو اَپنوں سے جُدا کیجے مگر کیوں کیجے

وہ تو پتھر ہے مگر ہم تو نہیں ہیں پتھر
اب تو اُس بُت کو خدا کیجے مگر کیوں کیجے

یہ ہے قسمت جو بَدلتی نہیں جامیؔ صاحب
اپنی قِسمت کا گِلہ کیجے مگر کیوں کیجے

○

عکسِ جمالِ یار ہے یا چاندنی غزل
جذباتِ دِل کا نام ہے یا زندگی غزل

وہ میکشی ہے جس سے کھُلیں ذہن و دِل کے دَر
پیدا ہو جس سے نور ہے وہ تیرگی غزل

یہ گُنگُناہٹیں یہ فضاؤں کی نغمگی
شاعر نے جیسے چھیڑی ہو اپنی کوئی غزل

جانے غمِ حیات کو کیوں نیند آگئی
جب بھی تمہارے نام پہ مَیں نے کہی غزل

جامی اب آپ جانیے کیا سچ ہے کیا غلط
کہتے ہیں لوگ اصل میں ہے شاعری غزل

○

ایسے گردش میں وقت ہے جیسے
بزم میں تیری جامِ مَے جیسے

تُو جو بولے تو نغمہ جاگ اُٹھے
بول اُٹھے بانسری کی نَے جیسے

گنگُناتا ہے جیسے سنّاٹا
خامُشی بھی ہے ایک لَے جیسے

اب تو ہر سانس میں ہے تیرا نام
زندگی تیرا نام ہے جیسے

مَیں یُونہی اُس کے غم میں جل جاؤں
اُس نے یہ بات کی ہے طَے جیسے

اُس کی ساری ادائیں اے جاویؔ
اک ستم دل پہ پَے بہ پَے جیسے

▲

○

اے محبت کی ہوا رُک بھی جا
مجھ کو پاگل نہ بنا رُک بھی جا

اب کوئی گُل نہ کھِلا رُک بھی جا
زخم کافی ہیں صبا رُک بھی جا

چھوڑ دے اُس کا تعاقب اے دل
کب کا وہ چھوڑ گیا رُک بھی جا

مجھ کو رُک رُک کے پلا اے ساقی
کچھ تو آنے دے نشہ رُک بھی جا

ساتھ دینا ہے تجھے جا ہی کا
اے مری جانِ وفا رُک بھی جا

▲

○

لطف و کرم ہُوا کہ تری بے رُخی ہوی
ہر بات میں ہے زیست بھی تجھ سے ملی ہوی

جو بات خود سے کی ہے ترے انتظار میں
محسوس یُوں ہُوا کہ ہے یہ بھی کہی ہوی

ہے وقت بھی رُکا ہُوا دینے کو تیرا ساتھ
ہر چیز اپنی اپنی جگہ ہے رُکی ہوی

باہر گلی میں چونک کے سناٹا جاگ اُٹھا
گزری ہوا قریب سے جھنجھوڑتی ہوی

جب بھی نگاہ ملتی ہے سُنتا ہوں غور سے
آنکھیں تمہاری لگتی ہیں کچھ بولتی ہوی

وہ جمگھٹے ہیں اب نہ وہ محفل نہ رت جگے
جامیؔ بتاؤ یہ بھی کوئی زندگی ہوی

☗

○

اوڑھے ہوئے فریب کا رنگیں لحاف ہم
کب تک حقیقتوں سے کریں انحراف ہم

کچھ وضعداریاں بھی ہماری وفا کی ہیں
سنتے نہیں کسی کی جو لاف و گزاف ہم

اس بے رُخی پہ، ہوتے تمہاری جگہ اگر
خود اپنے آپ کو بھی نہ کرتے معاف ہم

تم سے وفا نباہی ہے ہم نے کچھ اس طرح
آخر کو کام آئے ہیں اپنے خلاف ہم

جس پہ مدارِ زیست ہے، اس دارو گیر میں
اُس رازِ دل کا کیسے کریں انکشاف ہم

جامیؔ اب اُس مقام پہ پہنچے ہیں دیکھئے
کرنے لگے ہیں آپ ہی اپنا طواف ہم!

▲

○

لینے نہ دے گا چین کبھی زندگی کا درد
ہر دم ہے میرے ساتھ تری بے رُخی کا درد

انجان کوئی درد ملے اُس کو سہہ بھی لُوں
مجھ سے سہا نہ جائے گا یہ آگہی کا درد

اشکوں کو تھام لیتا ہے ہر ایک قہقہہ
رہ رہ کے اُٹھتا رہتا ہے دل میں کسی کا درد

مَیں لاکھ اجنبی سا رہا بزمِ ناز میں
لے ڈُوبا آخرش مجھے اپنی خودی کا درد

جاہی نہیں ہے چین فقط اس لیے مجھے
رکھتا ہوں اپنے دل میں سدا آدمی کا درد

▲

سہ غزلہ

ایسے تصویر آپ کی چُپ ہے
سوچ میں جیسے زندگی چُپ ہے

میں بھی گُم صُم ہوں آپ بھی خاموش
بے خودی چُپ ہے آگہی چُپ ہے

میری گستاخیوں پہ اے جامیؔ
مصلحت جان کر کوئی چُپ ہے

بات تیری ہے اس لئے شائد
کہہ کے سُن کے بھی ہر کوئی چُپ ہے

سو گیا ہے گلی کا کُتّا بھی !
راہ سُنسان ہے گلی چُپ ہے

کسقدر شہر میں ہے سنّاٹا
ساتھ تیرے ہما ہمی چُپ ہے

آج جامیؔ نہ جانے کیوں اپنا
دلِ خانہ خراب بھی چُپ ہے

دوستی چُپ ہے دشمنی چُپ ہے
خود سے شرمندہ زندگی چُپ ہے

بولتی تھی کبھی کبھی مجھ سے
آج کمرے کی خامشی چُپ ہے

وہ بھی گُم صُم سے ہو گئے جامیؔ
جب سے دیوانگی مری چُپ ہے

○

میری گستاخی پہ کچھ اُس کی حیا بول اُٹھے
کاش وہ مجھ سے کبھی ہو کے خفا بول اُٹھے

تیرے سب ظلم و ستم مَیں یُونہی چپ چاپ سہوں
لیکن ایسا بھی کبھی ہو کہ خدا بول اُٹھے

سُن کے حیران نہ ہو آ کے مرے کمرے میں
گر جو پیچھے مرے کمرے کی فضا بول اُٹھے

مجھ سے چھُپ کر مری تصویر سے باتیں مت کر
کون جانے بھلا کس وقت یہ کیا بول اُٹھے

میں یہ بتلاؤں ہُوا چاک گریباں کیسے
مجھ سے پہلے نہ ترا بندِ قبا بول اُٹھے

اب ترا راز بھلا کیسے چھپاؤں جاؔمی
چُپ رہوں مَیں تو محبت کا نشہ بول اُٹھے

رہے نہ دل پہ اگر اختیار تو لینا
وگرنہ نام ہمارا نہ زاہدو لینا

ہنسی ہنسی میں نکل آتے ہیں کبھی آنسو
ہنسی کی آڑ میں آتا ہے ہم کو رو لینا

ہمارے نام سے کاغذ کی ناؤ پانی پر
ترانا آپ ہی پھر آپ ہی ڈبو لینا

بھٹک رہا ہوں اکیلا جہاں کے میلے میں
اچانک آن کے تم میرے ساتھ ہو لینا

ڈھلک کے آنکھ سے بے آبرو نہ ہوں آنسو
کٹھن ہے تارِ نفس میں انھیں پرو لینا

مجھے تو جاگ کے لکھنا ہے ڈائری جامیؔ
تمہیں جو نیند ستائے تو جا کے سو لینا

○

خونِ دل سے سینچا تھا جس نے گُلستاں تنہا
ہائے بے ٹھکانہ ہے اب وہ باغباں تنہا

مَیں اکیلا مُلزم ہوں آپ کی عدالت میں
سب گواہ گُونگے ہیں اور مِرا بیاں تنہا

جب بھی آگ لگتی ہے اے چمن کے رکھوالو
کیوں ہمیشہ جلتا ہے میرا آشیاں تنہا

زندگی کا ہر لمحہ اِس طرح اکیلا ہے
میہماں کے جاتے ہی جیسے میزباں تنہا

جس طرف بھی جاتا ہوں اِک ہجوم ہے جامی
ہر طرف اکیلا ہوں پھر بھی ہوں کہاں تنہا

▲

جب بھی اُس کا ماجرا کہنا پڑا
زندگی کو فلسفہ کہنا پڑا

اِک فسانہ تھا عنایت کا تری
لیکن اس کو واقعہ کہنا پڑا

جس ہوا سے پھول سب مُرجھا گئے
اُس کو بھی بادِ صبا کہنا پڑا

تھی یہی مرضی مرے صیّاد کی
قید کو بھی آسرا کہنا پڑا

وقت کا جاری تقاضہ تھا یہی
راہزن کو رہنما کہنا پڑا

○

گُم ہو گئی ہے شاعری لفظوں کی بھیڑ میں
مفہوم کس سے پوچھئے طوطوں کی بھیڑ میں

ہر سمت مَیں ہی مَیں ہُوں جدھر سے بھی دیکھئے
قد میرا ہی بلند ہے بَونوں کی بھیڑ میں

میرے خیال و خواب بھی میرے نہیں رہے
ہر شخص غیر ہو گیا اپنوں کی بھیڑ میں

بہتر ہے کوئی راہ بنا کر نکل چلو!
بھٹکو گے تا بکے یُونہی اندھوں کی بھیڑ میں

جاؔمی اب اس کو ڈھونڈیئے آخر کہاں کہاں
یہ زندگی جو کھو گئی یادوں کی بھیڑ میں!

▲

○

بکھراؤ بھی اَنا کا بہر طَور مجھ میں ہے
اب ٹوٹ ہی نہ جائے جو بِلّور مجھ میں ہے

میرے خلاف کرتا ہے رہ رہ کے سازشیں
مجھ سے الگ تھلگ بھی کوئی اور مجھ میں ہے

میرے وجود میں ہیں کمالاتِ نیک و بَد
تہذیب و تجربات کا اِک دَور مجھ میں ہے

آتا نہ تھا نظر کہیں مجھ کو مِرا عدو!
دیکھا جو مَیں نے خود کو بَصد غور مجھ میں ہے

اہلِ دکن ہُوں، اُردو ہے جامیؔ مِری زباں
اب لکھنؤ و دہلی و لاہور مجھ میں ہے

▲

○

پھر کوئی ہونے لگا ہے مہرباں
پھر ہمیں دینا پڑے گا امتحاں

زندگی سگرٹ کا اِک بھرپور کش
موت حل ہوتا ہوا اُس کا دھواں

نشہ رگوں میں دوڑتا پھرتا یقیں
اِک گماں سا ہے مکاں تا لامکاں

بے خودی احساس کی تشنہ لبی!
آگہی عیش و نشاطِ جسم و جاں

بس تمہارے اِک تکلّف کے سوا
کون ہے میرے تمہارے درمیاں

مجھ کو اکثر ٹوکتا رہتا ہے وہ
میرے اندر ہے کوئی جاآگی نہاں

▲

یہ ہے میخانہ چھوڑیئے بھائی
آپ آئے تھے کس لیئے بھائی

اُس کی ڈور سے لٹک کے بھلا
کوئی کب تک یہاں جیئے بھائی

جن پہ نیکی ہوئی ہے شرمندہ
وہ گُنہ ہم نے کر لیئے بھائی

اپنا دامن ہے تار تار بہت
کون ہے جو اسے سیئے بھائی

دل میں رہ رہ کے اُس کی یادوں کے
جَل بُجھے ہیں کئی دِیئے بھائی

اُس کے کِس وعدے پر یقین کروں
اُس نے وعدے بہت کیئے بھائی

ہم بھی محتاط ہو گئے جامی
وہ بھی اب ہیں لیئے دیئے بھائی

بام پر پک کے سڑ گیا سورج
شام ہوتے ہی جھڑ گیا سورج

آسماں پر مرا رقیب بنا
جب زمیں سے اکھڑ گیا سورج

دن میں دی تھی طمانیت[1] کیا کیا
رات خود ہی اجڑ گیا سورج

روز رہتا ہے رات بھر غائب
کیسی صحبت میں پڑ گیا سورج

یہ نہ ہوتا طلوع یوں ہوتا!
میرے رستے میں اڑ گیا سورج

رات نے جب شکست دی اس کو
شرم سے خود ہی گڑ گیا سورج

سارا میک اپ اتر گیا اس کا
لمحہ لمحہ بگڑ گیا سورج

وہ جو بچھڑا تو یوں لگا جامی
مجھ سے مل کر بچھڑ گیا سورج

[1] طمانینت، لفظ صحیح ہے۔ ضرورتِ شعری مگر ناگزیر تھی جامی ▲

ہائے کیا گھر سے سوچ کر نکلا
یہ سرائے بھی میرا گھر نکلا

میری آنکھوں میں تھی پذیرائی
تُو مگر اس سے بے خبر نکلا

مَیں ہی بھٹکا ہُوا نہ تھا تنہا
میرا سُورج بھی ہمسفر نکلا

عیب جو میرا ہو گیا مایُوس
عیب ہی جب مِرا ہُنر نکلا

میری تنہائی بن گئی سایہ
مَیں جہاں بھی گیا جِدھر نکلا

درد میں سب کا سہہ گیا جامی
مَیں اکیلا ہی بے جگر نکلا

آنکھ میں جب مری پڑا سورج
خوب ناچا ہے بھانگڑا سورج

صُبح تھا پھول دوپہر کو مگر
بن گیا آگ کا کڑا سورج

چل رہا تھا جو ساتھ میرے
شام کو تھک کے گر پڑا سورج

چاند میرا طلوع ہوتے ہی
شرم سے آپ ہی گڑا سورج

میرے افکار کے اُجالے میں
دیکھو جامی ہُوا بڑا سورج

برف شہرت کی یُوں جمی مجھ میں
رہ گیا دب کے آدمی مجھ میں

تیرا غم جب سے میرے پاس نہیں
ہوگئی ہے بڑی کمی مجھ میں!

دھیرے دھیرے حسین وجود بنا
تھا جو احساسِ شبنمی مجھ میں

کیسا طوفان لاتی رہتی ہیں
کیا ہوائیں ہیں موسمی مجھ میں

تُو نے جس کو مِری انا سمجھا
تھی وہ تیری ہی برہمی مجھ میں

غم سے ہے لُطفِ زندگی جاؔمی
ورنہ کیا ہے ہما ہمی مجھ میں

▲

○

مُنہ کھولنا ہے کھول، بہ اندازِ قند کھول
دِل میں گرہ پڑی ہے تو اے ہوش مند کھول

دل کو مِرے پتہ نہ چلے تیرے درد کا
کچھ اتنی احتیاط سے زخموں کے بند کھول

تُو اپنا مُنہ چُھپانے کو تازہ ہَوا نہ روک
دَروازے بند کر یہ دریچے ہی چند کھول

مِرّیخ و مُشتری سے بھی آگے شکار کر
افلاکِ بے پناہ پہ اپنی کمند کھول

دُنیائے رنگ و بُو کے خزانے ہیں سامنے
آنکھیں اب اعتبار کی اے خود پسند کھول

دیکھوں کہ اُس نے لکھی ہیں کیا کیا نصیحتیں
جامیؔ جو تیرے نام ہے مکتوبِ پند کھول

○

اُس کے الفاظ کے زخموں کا مُداوا کیا ہے
چارہ گر تیری تسلّی کا یہ کاوا کیا ہے

ہے وہی یاد جسے میں نے بُھلانا چاہا
حافظہ کیا ہے، نشہ کیا ہے، بُھلاوا کیا ہے

سیکھ لی میں نے بھی اب تیرے اشاروں کی زباں
جانتا ہوں کہ ادا کیا ہے دکھاوا کیا ہے

جان و دل نذر تری کر ہی چکے ہیں کب کے
اور اب اس کے سوا تیرا چڑھاوا کیا ہے

خواب ہی خواب دکھانے کا ہُنر ہے تجھ میں
زندگی پاس ترے اس کے علاوہ کیا ہے

بہہ نکلتا ہے تو کھلتا ہے جامی کی غزل
یہ مرے ذہن میں پکتا ہوا لاوا کیا ہے

○

لوگ آپس میں لڑ گئے ہوں گے
تیری خاطر اُجڑ گئے ہوں گے

جب بھی پاگل ہوا چلی ہو گی
پیڑ جڑ سے اُکھڑ گئے ہوں گے

پھیلتے ہی ضیائے حُسن تری
کتنے چہرے سُکڑ گئے ہوں گے

بات سُن کر مرے سُدھرنے کی
لوگ کتنے بگڑ گئے ہوں گے

جب ہوئی ہو گی میری رُسوائی
شرم سے تم بھی گڑ گئے ہوں گے

میرا سُورج طُلوع ہوتے ہی
جتنے تارے تھے جھڑ گئے ہوں گے

کچّی ڈالی سے ٹوٹ کر جامی
پھل جو پکّے تھے سڑ گئے ہوں گے!

▲

○

بس گئی جب سے تری راہ گزار آنکھوں میں
سُرمہ سا بن گیا رستے کا غُبار آنکھوں میں

راہ تکنے میں دھڑکنے لگیں آنکھیں میری
کیا اُتر آیا ہے اب کے دلِ زار آنکھوں میں

بند آنکھوں میں نظر آتا ہے پیکر تیرا
جم گئے ہیں ترے سب نقش و نگار آنکھوں میں

اُس کے ہی حُسن کا یہ بھی ہے کرشمہ شائد
گُل کھٹکنے لگے اب صُورتِ خار آنکھوں میں

دل میں رہتا ہے مگر اِس سے نکل کر اکثر!
گھُومتا رہتا ہے جامی مرا یار آنکھوں میں

▲

○

صُبح کا، دوپہر کا، شب کا تھا
تیرا وعدہ بھی کس غضب کا تھا

آنا جانا وھاں تھا اُس کا بھی
مَیں بھی ممبر اُسی کلب کا تھا

تم بھی جیتے رہے سلیقے سے
اپنا جینا بھی اپنے ڈھب کا تھا

مَیں کسی کا نہ بن سکا اب تک
تُو اکیلا تھا اور سب کا تھا

ہو گیا زخم پھر ہَرا میرا
واقعہ تیرے سُرخ لَب کا تھا

بے تکلّف نہ ہو سکا اب تک
آشنا زندگی سے کب کا تھا

شعر میں میرے ڈھل گیا جامیؔ
ایک احساس وہ جو سب کا تھا

جب وہ کرنے کو اعتراف آئے
اوڑھ کر جھُوٹ کا لحاف آئے

سامنے اُن کے، میری آنکھوں میں
میرے آنسو مرے خلاف آئے

اُن کو پہچاننا ہُوا مُشکل
سامنے جب وہ صاف صاف آئے

آپ کے عیب ڈھانکنے کے لیے
ہر طرف سے کئی غلاف آئے

رسمِ خط کے بدلتے ہی جامی
"شین" "قاف" آہ "سین" "کاف" آئے

○

اب مرے حق میں بنی ہے یہ سیانی کتنی
تیرے پیچھے ہی دُنیا تھی دِوانی کتنی

تیری خاطر مرا دریا میں اُترنا کیا تھا
زور پر آگئی دریا کی روانی کتنی

اب کہاں ڈھونڈوں بھلا پاؤں کہاں تیری وفا
بن گئی، مِٹ گئی بادل کی نشانی کتنی

ساری تفصیل تو آنکھوں نے بیاں کرڈالی
بات اب ہو بھی تو ہو گی بھی زبانی کتنی

اِک ذرا تیری توجہ کے سبب لوگوں میں
آج مشہور ہے جامی کی کہانی کتنی

○

تیری ادا تو دے کے محبت کا جُل گئی
آیا اِدھر جنوں کہ اُدھر عقل گُل گئی

مَیں دوڑتا ہی رہ گیا پیچھے بہار کے
یادوں کے زخم دے کے مجھے فصلِ گُل گئی

خوابِ اَلَست میں تھا ابھی تک پڑا ہُوا
تُو نے جگا دیا تو مری آنکھ کھُل گئی

بخشیں جو اُس نے قُرب کی خاور ادائیاں
رہ رہ کے میرے ضبط کی سب برف گھُل گئی

اِن آنسوؤں نے دل کی کثافت کو دھو دیا
بارش ہوئی تو گویا ہر اِک چیز دھُل گئی

دل میں مرے سما گئے سب جسم کے خطوط
انگڑائی تیری جب مری آنکھوں میں تُل گئی

جامیؔ نے اپنے شعروں میں موتی پرو دیے
کیا کیا جواہرات میں تحریر رُل گئی

اہلِ وفا نے پیار کے دو بول کے لیے
صدمے جہاں جہاں ملے دل کھول کے لیے

منہ میں زبان رکھ کے بھی تم بولتے نہیں
کان اپنے بے قرار ہیں دو بول کے لیے

مجنوں کو ڈھونڈتی ہی رہی لیلیٰ حیات
صحرا میں اِک ہجوم تھا کشکول کے لیے

اُردو کے بحر کو جو کنواں کر دیا گیا
ہم تشنہ لب تڑپتے رہے ڈول کے لیے

مصروف ہوں اُسی کے ریہرسل[1] میں آج تک
بھیجا گیا ہوں میں یہاں جس رول[2] کے لیے

برجستہ برملا نہیں برتا گیا سدا
جامی ہمارے شعر ہیں ماحول[3] کے لیے

---

1) REHEARSAL 2) ROLE

۳ؔ یہاں "ماحول" کا یہ تلفظ محض ضرورتِ قافیہ ہے۔ (د۔ج)

○

وقت کے بحر میں ہر لمحہ بھنور جان پڑا
ہر بھنور اک نئے عرفان کا در جان پڑا

راہزن راہ میں تھی میری انا ایسے میں
راہبر صرف مرا حُسنِ نظر جان پڑا

دِل کہ سیماب صفت تیری محبت کے سبب
مضطرب اس کے برابر ہی جگر جان پڑا

اپنے دل میں جو ذرا جھانک کے دیکھا میں نے
آج تک بھی یہ خرابہ ترا گھر جان پڑا

اور کوئی نہ رہا سوزشِ جاں کا باعث
میرا احساس ہی لے دے کے شرر جان پڑا

ہے ضمیر اپنا ہی دشمن کہ ذرا غفلت پر
تیز تلوار کے نیچے مرا سر جان پڑا

ہم کریں فخر تو کیا اپنے ہنر پر جامیؔ
جب کہ خود عیب ہی لوگوں کو ہنر جان پڑا

○

جفا ہی تیری بساط ٹھہری
ہمارے حق میں نشاط ٹھہری

ہماری منزل کے راستے میں
تری نظر پُل صراط ٹھہری

اب اور کیا چیز اُس سے مانگیں
وفا ہی جب انحطاط ٹھہری

جو آنکھ بھر کی تھی آشنائی
وہی تو جامِ نشاط ٹھہری

○

جو بات میں نے خود سے بھی اب تک کہی نہ تھی
وہ بات بھی تو آپ سے مخفی رہی نہ تھی

میں نے جو بات بھی کہی سب کو نئی لگی
ویسے تو کوئی بات مری اَن کہی نہ تھی

اِس کو مرے خیال نے کامل بنا دیا
تصویرِ کائنات ابھی مُنتہی نہ تھی

گُمراہ جتنے لوگ تھے سب ساتھ ہو گئے
یعنی ہماری راہ میں کچھ گُمرہی نہ تھی

سچّی تھی بات، کڑوی تھی شاید اسی لیے
جامیؔ ہماری بات جہاں نے سہی نہ تھی

○

مُجھ گنہگارِ اَزل پر یہ کرم تیرا وہ تھا
تھا شرف مجھ کو زمانے بھر پہ مَیں چھایا رہا

اے جہانِ بے وتیرہ مجھ سے تُو خائف نہ ہو
تجھ سے بدلہ مَیں نہیں لوں گا مِرا وعدہ رہا

راستہ میرا ہی کیوں ٹھہرا صراطِ مستقیم
راستہ میرا ہی سب رستوں میں کیوں ٹیڑھا رہا

لُطف یہ ہے سامنا اب تک نہ خود سے ہو سکا
مَیں اگرچہ زندگی بھر اپنا ہمسایہ رہا

خود کو اپنے آپ میں تھی دیکھنے کی آرزو
آئینے کے سامنے جب تک رہا اندھا رہا

یہ جہانِ رنگ و بُو یوں ہی نہیں اتنا حسیں
اِس میں حصّہ بھی بڑا رحمٰن جامی کا رہا

ہماری تشنگی کی ہو تلافی
پلا ساقی تری آنکھوں کی صافی

ہماری زندگی کے واسطے اب
تمہارا پُوچھ لینا ہی ہے کافی

وہاں تک عشق کا ہم ساتھ دیں گے
جہاں تک ہو نہ جائیں ہم فنا فی

وفا کا جُرم ہم نے کر لیا ہے
رہی ملنے سے اب ہم کو معافی

کئی اَسرار سے اُٹھیں گے پردے
اُٹھیں گی جب تری آنکھیں غلافی

ہمارے دَور کے سقراط ہیں ہم
ہمیں پینا ہے زہر اللہ شافی

غزل کہنی پڑی رحمٰن جامی
کھڑے تھے آ کے صف بستہ قوافی

○

کہی تھی بات اِک دل کی ذرا سی
اُنھیں آنے لگی اس پر حیا سی

مرے گھر چھوڑنے آئی ہے مجھ کو
تمہاری بزم سے تنہا اُداسی

پلائی جو مئے دیدار تم نے
نشہ دل کو ہُوا آنکھیں ہیں پیاسی

خدا جانے تھا کیسا اُن کا جلوہ
ہمیں لے ڈوبی اپنی بدحواسی!

○

لوگ وہ کتنے سلیقہ مند تھے
جو گھروں میں اپنے اپنے بند تھے

آگہی کی تھی نمائش دیدنی!
اور جنوں کے جسم پر پیوند تھے

"ہُو" کا جنگل تھا کہ شہرِ حُسن تھا
ہم جو نکلے تو سبھی دربند تھے

بے لباسی پھر بھی ظاہر ہو گئی
یُوں تو وہ ملبوس بھی ہر چند تھے

ہم بھی اے رحمٰن جامی بات میں
تھے بظاہر زہر لیکن قند تھے

▲

○

یہ منزل ہے یہ جادہ ہے
بتا اب کیا ارادہ ہے

تم اپنے دستخط کر دو
وَرق اِس دل کا سادہ ہے

وفا دَورِ خلاؔ میں بھی!
ابھی تک پا پیادہ ہے

جُنوں کے سامنے آکر
خِرد کیوں بے لبادہ ہے

خموشی بھی ہوی "گویا"
یہ میرا استفادہ ہے

ان آنکھوں کی قَسم جامِ
ابھی محتاجِ بادہ ہے

○

اور ہی رنگ دکھاتا ہے مجھے
آئینہ بھولتا جاتا ہے مجھے

ایک آواز سُنی ہے مَیں نے
کیا کہوں کون بُلاتا ہے مجھے

تشنگی بڑھتی چلی جاتی ہے
کوئی رہ رہ کے پلاتا ہے مجھے

خود سے رہ رہ کے بچھڑ جاتا ہوں
کوئی لا لا کے مِلاتا ہے مجھے

تیری ہر بات پہ سر خم کرنا
یہ ہُنر ہے تو کب آتا ہے مجھے

خواب میں آ کے اچانک جاگی
کوئی جگاتا ہے مجھے

○

یہ کیا کہ دیکھئے جب بھی نہاں دکھائی دے
کبھی کبھی تو حقیقت عیاں دکھائی دے

ابھی تک آنکھوں میں باقی ہے خواب کا منظر
کھلی جو آنکھ یقیں بھی گماں دکھائی دے

یہ بے زمینی ہے کب تک کہیں تو پاؤں ٹکیں!
اُتر پڑیں تو زمیں آسماں دکھائی دے

رہی جو بے رُخی تیری مسلسل اس کے سبب
تری توجّہ بھی اب امتحاں دکھائی دے

لگائے بیٹھا ہوں آنکھیں فلک پہ مَیں جامی
کہیں آسماں پہ ہے میرا مکاں دکھائی دے

▲

○

درد کو احساس کا الزام دینا ہی پڑا
بے خودی کو زندگی کا نام دینا ہی پڑا

ہوش میں اتنا سلیقہ تو نہ تھا غم پی سکے
اس لیے ہاتھوں میں اُس کے جام دینا ہی پڑا

تھک گئی تھیں میری آنکھیں خواب بُن بُن کر یونہی
جاگ کر آنکھوں کو کچھ آرام دینا ہی پڑا

تیرا ملنا بھی نشہ، تیرا نہ ملنا بھی نشہ!
کچھ نہ کچھ اس کیفیت کو نام دینا ہی پڑا

حُسن کی تحریک تھی رحسن جاتی اِس لیے
دل کے ہاتھوں عشق کا پیغام دینا ہی پڑا

▲

○

آئینہ ٹوٹ کر مجھے تقسیم کر گیا
کتنا بٹا ہُوا ہوں یہ تفہیم کر گیا

میرے خلاف ہو گیا میرا ہی علم و فن
شاخِ انا کو کاٹ کے دو نیم کر گیا

تلبیسِ جسم اور بھی عُریاں بنا گئی
احساس جب وجود کی تجسیم کر گیا

آنے سے اُس کے اور ہی بستی نئی بسی
نقشے میں شہرِ زیست کے ترمیم کر گیا

جامی زباں سے اُس نے کوئی بات تو نہ کی
جاتے ہوئے شکایتیں ترقیم کر گیا

غیر مُردّف غزل تمام تر مطلعوں پر مشتمل

پتہ چلتا کہ اکثر سوچتا رہتا ہوں میں کیا
مری ہر سوچ کو اے کاش ! کمپیوٹر بتا

سبھی ہنس بول کر چُپ ہو رہے، میں رو پڑا اتنا
تری مُسکان کا مطلب فقط میں ہی غلط سمجھ

ترے ہمراہ اتنی دُور تک آ کر بچھڑنا تھ
تو بہتر تھا کہ بن جاتا میں خود ہی آشنا

بھٹک کر آ گیا چوروں کی بستی میں علی
مگر اس دور میں اُس پر کوئی سِم سِم نہیں کھُ

ابھی تک ہو رہا ہے درد کے احساس کا
جہاں میں اُس کو چھوڑ آیا ابھی تک ہے وہیں دُھب

نظر آیا مجھے رحمٰن جامی ظرف دُنیا
تماشا میں نے دیکھا ہے جلا کر آشیاں ا

○

دل ہے اپنا نہ اب جگر دَر پیش
ہے تیری چشمِ معتبر دَر پیش

لوگ بیمار کیوں نہ پڑ جاتے
جبکہ تھا حُسنِ چارہ گر دَر پیش

مَیں ہُوا چاہتا تھا بے قابو
زندگی ہو گئی مگر دَر پیش

بات کہنی ہے اور اس میں بھی
لفظ و معنیٰ کا ہے سفر دَر پیش

اہلِ نقد و نظر پریشاں ہیں
جب سے جامیؔ کا ہے ہُنر دَر پیش

▲

○

آپ سے ہے مقابلہ درپیش
ہے عجب دل کو مرحلہ درپیش

کتنی عیّار ہے تری دُنیا
ہے اسی سے معاملہ درپیش

حل تمہارے بغیر کیسے ہو
زندگی کا ہے مسئلہ درپیش

عشق والے ہیں مبتلائے غم
حُسن والوں کا ہے بھلا درپیش

رُوبرو ہے، وہ خُوب رُو جاناں!
ہے قیامت کا مرحلہ درپیش

○

آگہی جس مقام پہ ٹھہری
وہ فقط میری رہ گزر ٹھہری

جس گھڑی سامنا ہوا تیرا
وہ گھڑی جیسے عمر بھر ٹھہری

چل پڑا وقت جب ترے ہمراہ
شام ٹھہری نہ پھر سحر ٹھہری

ہر ملاقات پر ہُوا محسوس
ہر ملاقات مختصر ٹھہری

میرے گھر آئی تھی خوشی لیکن
جا کے مہمان تیرے گھر ٹھہری

ہر حسیں سے گزر گئی جامی
آئینہ پر مری نظر ٹھہری

میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی ہوں
اب زمیں بھی ہوں آسماں بھی ہوں

واسطہ ہوں تری حقیقت کا
تیری خلقت کے درمیاں بھی ہوں

تُو سمایا ہُوا ہے جو مجھ میں!
مَیں مکاں بھی ہُوں، لامکاں بھی ہوں

میرا ہر وار مجھ پہ پڑتا ہے
آپ ہی تیر بھی نشاں بھی ہوں

زندگانی کے موڑ پر جامی!
مَیں یقیں بھی ہوں، میں گُماں بھی ہوں

○

تیرے میرے وجود کی ہر بات کھُل گئی
مَیں گُم ہُوا تو مجھ پہ تری ذات کھُل گئی

سُورج نے مُنہ چھُپایا تو مَیں سُرخرو ہُوا
مجھ پر بہ شکلِ جلوہ تری رات کھُل گئی

اَپنا کے مَیں نے دیکھ لیا اس کو چار دن
مجھ پر ترے جہان کی اوقات کھُل گئی

کچھ اس قدر رہا مری تنہائیوں کا ساتھ
آوارگی بھی اب کے مرے ساتھ کھُل گئی

دل میں چھُپا کے رکھی تھی جامی نے اُس کی بات
جب سامنا ہُوا تو وہی بات کھُل گئی

○

جو تازگی تھی زمیں میں مرے لہو کی تھی
کہ مَیں نے سچ کے اُپجنے کی جستجو کی تھی

چمک جو آگئی آنکھوں میں تیری رہ رہ کر
یہ روشنی بھی مرے پیار کے نمو کی تھی

مجھے لگا کہ کوئی اور ہے مرے اندر
خود اپنے آپ سے جب مَیں نے گفتگو کی تھی

جس احتیاط نے رُسوا کیا مجھے تنہا
وہ بات بھی تو فقط تیری آبرو کی تھی

بس اتنا یاد ہے تجھ سے ملائی تھی آنکھیں
پھر اس کے بعد تو محفل مے و سبُو کی تھی

جنُوں کے ساتھ محبت کے نام پر جامی
مَیں کیا بتاؤں کہ کس کس کی بدسلوکی تھی

○

ہمراہ چل رہا ہے میاں سائے کا سفر
لے جائے ہم کو جانے کہاں سائے کا سفر

تم بن سکو تو آؤ مرے ہمسفر بنو!
جائیں گے لے کے جائے جہاں سائے کا سفر

بارود سے گزرتے ہوئے سوچتا ہوں میں
ہر سمت ہے دھواں ہی دھواں سائے کا سفر

دوڑو نہ اُس کے پیچھے بھلاوے گا راستہ
بنتا بگڑتا نام و نشاں سائے کا سفر

جامی ردیف اتنی بھی دلچسپ تو نہ تھی
ٹھہرا ہے اپنا زورِ بیاں "سائے کا سفر"

△

○

شب میں سورج کو چمکتا دیکھیں
آؤ اب کے یہی سپنا دیکھیں

آج تک جس کو نہ دیکھا دیکھیں
خود کو اب بن کے پرایا دیکھیں

آج تک غیر کی صورت ہی رہی
زندگی آ تجھے اپنا دیکھیں

اس لیے ہم کو ملی بینائی
زندگی بھر ترا رستہ دیکھیں

آئینہ، آئینہ باقی ہے کہاں
اسی میں کیا اپنا سراپا دیکھیں

دیکھنے کی ہے نمائش جامی
اپنی دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھیں

بہ استفادہ امجد حیدرآبادی

مقابلہ جو کیا مجھ سے میرے حاسد نے
مجھے عروج پہ پہنچا دیا مری ضد نے

تھا میکدے کا بھی مسجد کا راستہ بھی وہی
غلط سمجھ لیا رہ رہ کے مجھ کو زاھد نے

جہاد کرتا رہا عُمر بھر دلِ تنہا
زمانے بھر کو کیا زیر اِس مجاہد نے

غرور ہی کی بدولت مخالفت میں مری
دیا نہ ساتھ فرشتوں کا اُن کے مُرشد نے

میں آئینے کے مقابل کھڑا تھا مُجرم سا
مرے خلاف گواہی دی عینی شاہد نے

فساد پھیل گیا سارے شہر میں جامی
اُڑائی تھی کوئی افواہ ذہنِ مُفسد نے

○

جنوں نواز ہے عہدِ شباب جنگل ہے
سمجھ کے سوچ کے گزرو خراب جنگل ہے

خیال و فکر کی وادی تھی خوشگوار بہت
اب اس کے بعد مسلسل عذاب جنگل ہے

قریب و دُور ترے انتظار کے صدقے
پہاڑ، صحرا، سمندر، سراب جنگل ہے

بھٹک نہ جائے مسافر کہیں اُجالے میں
نظر فریب پسِ آفتاب جنگل ہے

ہمارے پیچھے بھی جنگل ہے یاد کا جاگی
ہمارے آگے بھی اِک خواب خواب جنگل ہے

چوڑیوں کی وہ کھنک یاد دلاتی ہے مجھے
آج بھی دل کی کسک یاد دلاتی ہے مجھے

وہ ملاقاتیں وہ بیتی ہوئی باتیں تیری
اب بھی پھولوں کی مہک یاد دلاتی ہے مجھے

میں جسے بھول چکا تھا وہ کہانی پھر سے
تیری آنکھوں کی چمک یاد دلاتی ہے مجھے

بھری برسات میں وہ بھیگتے جسموں کی اگن
ہائے رہ رہ کے دھنک یاد دلاتی ہے مجھے

تیری قربت کی کہانی وہ قیامت کی گھڑی
بکھری سانسوں کی دھمک یاد دلاتی ہے مجھے

دل پہ بجلی سی گراتی ہوئی صورت تیری
ہر حسیں شے کی جھلک یاد دلاتی ہے مجھے

اس سے اظہارِ محبت کا سلیقہ جامی
میرے شعروں کی کھنک یاد دلاتی ہے مجھے

○

پہلے پہلے میری آنکھوں میں سفر کرنے لگا
رفتہ رفتہ پھر وہ میرے دل میں گھر کرنے لگا

جب کبھی وہ مجھ پر محبت کی نظر کرنے لگا
دل کی دنیا کو مری زیر و زبر کرنے لگا

درد اُس کا دل میں رہ کر آنکھ تر کرنے لگا
اِس طرح دنیا کو خود سے با خبر کرنے لگا

اُس طرف ہونے لگی دنیائے رنگ و نور خود
وہ جدھر اپنی عنایت کی نظر کرنے لگا

لَوٹ کر رحمٰن جامی گھر کو آئے تھے مگر
پھر خیال اک خوبرو کا دربدر کرنے لگا

▲

○

میرے خواب و خیال ایسے تھے
یا ترے خط و خال ایسے تھے

لاکھ خوشیاں نثار ہیں جن پر
کچھ ہمارے ملال ایسے تھے

جانے کب آئے جانے کب گزرے
ہائے کچھ ماہ و سال ایسے تھے

اُن سے کچھ بھی جواب بن نہ پڑا
کچھ ہمارے سوال ایسے تھے

جن کی تعریف ہو نہیں سکتی
لوگ کچھ بے مثال ایسے تھے

▲

○

درد کے نام سے آرام ہمارا لکھئے
دل بھی ہے بندۂ بے دام ہمارا لکھئے

ہو گئے قتل سبھی آپ پہ مرنے والے
اپنی فہرست میں اب نام ہمارا لکھئے

کچھ نہ کچھ صبح کے اخبار کی سرخی تو بنے
کوئی افسانہ سرِ شام ہمارا لکھئے

ہم کو معلوم ہے کیا ہوگا وفاؤں کا صلہ
جو بھی ہے حصّۂ دشنام ہمارا لکھئے

ہم نے تو لکھ لیا انجامِ محبت جانی
آپ بھی سوچ کے انجام ہمارا لکھئے

▲

○

ریڈیو پر ذرا خبریں ہی سنوں
حال کیا اپنا ہے معلوم کروں

یوں بھی کچھ دیر بھٹکنا ہے مجھے
اور کچھ دور ترے ساتھ چلوں

راستہ یہ تو نہیں منزل کا
راہبر ساتھ ترا کیسے دوں

ہم نشینی کا ہے دعویٰ سب کو
بزم میں تیری کہاں مَیں بیٹھوں

سرزمیں کونسی ہے یہ صبا می
مجھکو لایا ہے کہاں میرا جنوں

▲

ہے براہیم بھی اندر میرے
خود کو پہچان لے آزر[ع۱] ہو کر

اپنے اندر ہی کہاں تک رہئے
دیکھئے اپنے سے باہر ہو کر

لوگ اب دیکھنے آتے ہیں ہمیں
رہ گئے ہم ترا منظر ہو کر

میں نے پتھر کو چھوا تھا جانی
رہ گیا آپ بھی پتھر ہو کر

▲

ع۱ صحیح املا آزر ہی ہے ("ذ" سے آذر غلط ہے)

گفتگو پہ ترا اصرار کہ بس
کھل گئے یوں لبِ اظہار کہ بس

آس ہی آس ہے اقرار کہ بس
ہائے اس شوخ کا انکار کہ بس

آنکھ پتھرانے لگی ہے میری
کیا کہوں حسرتِ دیدار کہ بس

دل دھڑکنے کی ادا بھول گیا
اس کو پہنچا ہے وہ آزار کہ بس

تو نے تنہا جو مجھے چھوڑ دیا
کیا کہوں حالِ دلِ زار کہ بس

شاعری کے تو ہیں چرچے جامی
جی رہا ہے یوں ہی فنکار کہ بس

○

جو اپنا نام کبھی سربراہ میں رکھو
مری نشانی بھی اپنی کُلاہ میں رکھو

کم از کم اپنی طرف سے یہ سچ تو بولے گا
جو ہو سکے تو عدو کو گواہ میں رکھو

ضرورتاً تمہیں ٹھوکر لگانا آ جائے
یہ مصلحت ہے کہ روڑے بھی راہ میں رکھو

بناؤ آئینہ ہر ملنے والے کو اپنا
خود اپنے آپ کو اپنی نگاہ میں رکھو

کبھی نہ پوچھو کہ جامی کا حال کیسا ہے
تم اس سے شعر سنو واہ واہ میں رکھو

▲

○

چوٹ کھا کر میں جو باہر گر پڑا
لوٹ کر وہ اپنے اندر گر پڑا

ہاتھ سے میرے جو ساغر گر پڑا
یوں لگا جیسے مقدر گر پڑا

جب کسی نے آئینہ دکھلا دیا !
چھوٹ کر ہاتھوں سے پتھر گر پڑا

ساتھ دونوں نے مصیبت میں دیا
دیکھ کر دیوار کو در گر پڑا

جل رہا تھا شعلہ شعلہ سامنے
رفتہ رفتہ سارا منظر گر پڑا

ہوش تھا رحمٰن جامی اسقدر
جس قدر سنبھلا برابر گر پڑا

○

پی رہے ہیں حیات کا رس ہم
نشہ دوڑا رہے ہیں نس نس ہم

اپنی کشتی ڈبو کے آئے ہیں
جانے والے نہیں ہیں واپس ہم

رہ گئے ہو کے ناگزیر ایسے!
اب ضرورت ہیں تیری ازبس ہم

جو بھی ٹکرایا ہوگیا سونا!
بن گئے سب کے حق میں پارس ہم

زندگی آزما چکی جاتی
ہونے والے نہیں ہیں بے بس ہم

▲

○

ترے وجود کی صورت حیات جیسی ہے
جو آرزو ہے مری کائنات جیسی ہے

ترے بغیر قیامت جگاتی یہ دنیا
مری نگاہ میں تاریک رات جیسی ہے

الگ الگ سے ہے زمانے کی بے حجاب روش
نہیں ہے ساتھ مرے تیرے سات جیسی ہے

نظر میں رکھ کے مجھے تیری گفتگو سب سے
یہ بے رخی بھی تری، التفات جیسی ہے

ہوئی تھی اس سے ملاقات اک گھڑی بھاگی
مگر وہ ایک گھڑی بھی ثبات جیسی ہے

▲

نیند تجھے کب آتی ہوگی بھیگی بھیگی راتوں میں
میں بھی پاگل ہو جاتا ہوں آگ بھری برساتوں میں

میری ماں کے خط میں تیرا نام کنوارا کیا لکھوں
سب سے نازک تیرا رشتہ سارے رشتے ناتوں میں

اپنے ہاتھ سے بُن کر تو نے مجھکو سویٹر بھیجا تھا
میں نے کنگن پہنائے تھے تیرے سوتے ہاتوں میں

تو بھی گاؤں کی ہر شادی میں دلہن کی ہمجولی ہے
میں بھی تیری دید کی خاطر شامل ہوں باراتوں میں

چاہے تو تحریر مٹا دے چاہے تو گھرا کر لے
اپنی قسمت لکھ آیا ہوں تیرے نازک ہاتوں میں

جامی صاحب شہروں میں یہ بات کہاں بھولے پن کی
حُسن و جوانی کا الھڑپن آج بھی ہے دیہاتوں میں

جس کو دنیا ڈھونڈ رہی تھی جا جا کر فرزانوں میں
وہ شاعر بھی نکلا آخر تیرے ہی دیوانوں میں

تو نے جو آنکھوں آنکھوں میں مجھ سے کہی تھیں چپکے سے
تیری اب وہ ساری باتیں گونج رہی ہیں کانوں میں

میخانوں سے بچ کر نکلا رندوں میں رچ بس کر بھی
ڈوب گیا ہوں آکر تیرے آنکھوں کے پیمانوں میں

آنکھیں مل کر بھی دیکھا ہے کتنا سچا سپنا ہے
تو بھی ہے موجود ہمارے گھر آئے مہمانوں میں

کوئی تو ہم مشرب ہوتا کوئی تو ہم فکر و سخن
آبادی میں رہ کر بھی ہم گویا ہیں ویرانوں میں

مسجد میں بیٹھا ہے جا کر، میں نے سنا ہے رندوں سے
میں ہی ناداں ڈھونڈ رہا تھا جامی کو میخانوں میں

○

میں نے سب کو جانچ لیا ہے اپنوں میں بیگانوں میں
کوئی تو انساں بھی ہوتا نام نہاد انسانوں میں

تیرے بناسپتی گھی کا کوئی لطف کہاں اب باقی ہے
یوں تو ہر اک چیز سبھی ہے اپنی جگہ دوکانوں میں

تو نے وعدہ کر تو لیا ہے لیکن اس سے ہوگا کیا
تجھ سے کیا امید رکھوں میں تو بھی ہے انسانوں میں

سب پہ بھروسہ کر لیتے ہیں سب سے دھوکہ کھاتے ہیں
ہم بھی سادہ لوگوں میں ہیں ہم بھی ہیں نادانوں میں

آنکھ مچولی چاندنی راتوں میں ہم کھیلا کرتے تھے
ملنے کو تم چھپ جاتی تھیں کمروں میں دالانوں میں

شعر تمہارے سن سن کر اے جامیؔ دنیا جی اٹھی
سننے والوں کا کہنا ہے جان پڑی بے جانوں میں

▲

○

تری خودی کی طرح میری بے خودی کی طرح
یہ زندگی بھی بھلا کب ہے زندگی کی طرح

تری نظر کی کوئی پھانس رہ گئی دل میں
کھٹک رہی ہے کسی خار کی انی کی طرح

اسی امید پہ رہ رہ کے مسکراتا ہوں !
ہنسی بھی آئے گی مجھکو کبھی ہنسی کی طرح

تمہارے نام سے منسوب ہو گئی جو شئے
پرانی ہو کے بھی لگتی رہی نئی کی طرح

جو ہو سکے تو تمہیں آشنا بنا لوں گا
چلو ملو تو سہی مجھ سے اجنبی کی طرح

ہماری فکر ہے حیامیؔ الگ تھلگ سب سے
یہ شاعری نہیں اوروں کی شاعری کی طرح

▲

○

شہر سے آکے تیرے گاؤں میں
دل بھی اُڑنے لگا ہواؤں میں

دھوپ سے دہر کی نکل آئے!
تیری زلفوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں

اب فسادوں میں لوگ مرتے ہیں
پہلے مرتے رہے وباؤں میں

زاہدو جاؤ میکدے سے مگر
یاد رکھنا مجھے دعاؤں میں

وزن اپنا زمیں پہ کچھ تو تھا
کھو دیا وہ بھی ان خلاؤں میں

اُن کے معتوب ہی رہے جامیؔ
زندگی کٹ گئی وفاؤں میں

▲

○

میں اگرچہ کہ آبدیدہ ہوں
زندگانی ترا قصیدہ ہوں

سارا احوال بند ہے جس میں
میں وہ مکتوبِ نارسیدہ ہوں

وجہِ شرمندگی ہوں تیرے لئے
تیرا پیراہنِ دریدہ ہوں

کبھی خوش ہوں ترا ستم سہہ کر
اور کبھی بے سبب کبیدہ ہوں

بارہا بازگشت ہوں اپنی!
بارہا خود ہی ناشنیدہ ہوں

کوئی مجھکو ملا دے جامی سے
اُس سے میں آج تک کشیدہ ہوں

▲

○

آئینے تجھ میں بند بھی مَیں ہوں
آپ اپنی پسند بھی مَیں ہوں

مسکراہٹ بھی طنز ہے میری
کڑوی گولی پہ قند بھی مَیں ہوں

کون پہنچائے گا گزند مجھے
آپ اپنی گزند بھی مَیں ہوں

خود ہی ہوتا ہوں مَیں شکار اپنا
خود ہی اپنی کمند بھی مَیں ہوں

جُھک کے مِلتا ہوں اِسلئے سب سے
سب میں اک سربلند بھی مَیں ہوں

سب میں بے فکر ہوں مگر جامیؔ
بے سبب فِکرمند بھی مَیں ہوں

▲

○

گفتگو میں ناتمامی آپ کی
بن گئی خوبی یہ خامی آپ کی
بزم میں اپنا کوئی پرساں نہیں
کیا کہیں خوش انتظامی آپ کی
لڑکھڑانے کا مزا آنے لگا!
ہے نظر میں خوش خرامی آپ کی
اب مری آوارگی تنہا نہیں
ہمقدم ہے نیک نامی آپ کی
میکدہ بھی بن گیا مقتل مگر
ہے ابھی تک تشنہ کامی آپ کی
خامشی کرنے لگی ہے گفتگو
کیا غضب ہے ہمکلامی آپ کی
ہوش میں لے آئی دنیا کو تمام
بے خودی رحمٰن جامی آپ کی

○

کھوکھلا ہو چکا ہے اندر سے
بھاری بھر کم ہے پیڑ باہر سے

روشنی چبھ رہی ہے آنکھوں میں
آنکھ کب تک لڑے گی منظر سے

اُسکی لاٹھی فساد کی جڑ ہے
اب خدا ہی بچائے اس شر سے

کس کی کس کی زمیں کرے سیراب
ایک بادل کہاں کہاں برسے

تیرنا آگیا مجھے عباسی
جب کہ پانی گزر گیا سر سے

▲

○

اپنے جنگل میں تو دنیا تھے پرندے سارے
شہر میں آئے تو تنہا تھے پرندے سارے

اُترے آنگن میں تو سب چگ گئے دانہ دُنکا
پھُر سے پھر اڑ گئے دانا تھے پرندے سارے

راز ہی راز تھے جب تک پرِ پرواز میں تھے
قید کیا ہو گئے افشا تھے پرندے سارے

صبح ہوتے ہی بنے روشنیٔ علم و یقیں
رات کو وہم تھے دھوکا تھے پرندے سارے

سامنے پیڑ پہ بیٹھے تھے سکوں سے جاگی
اک دھماکہ ہوا عنقا تھے پرندے سارے

▲

○

رات، جنگل، پڑاؤ، ہوا قافلہ
صبح آنکھیں کھلیں تو نہ تھا قافلہ

میرے آگے فقط گرد ہی گرد ہے
میرے پیچھے مگر اک نیا قافلہ

ہر قدم پر فریبِ نظر بول اٹھا
وہ رہا وہ رہا وہ رہا قافلہ

خواب کیا کیا دکھاتی رہی زندگی
آرزوؤں کا پھر چل پڑا قافلہ

اِک الاؤ کے اطراف سِمٹا ہوا
رات کے خوف سے جاگتا قافلہ

کوئی رحمٰن جامی بتائے مجھے
آ کے منزل پہ کیوں لُٹ گیا قافلہ

▲

○

آئی ہیں ترے گھر سے اِدھر تیز ہوائیں
اس واسطے اتنی ہیں نڈر تیز ہوائیں

بے ساختہ چل پڑتی ہے دنیا بھی اُسی سمت
چلتی ہیں ترے ساتھ جدھر تیز ہوائیں

کس چیز کو آنگن میں بکھرنے سے بچاؤں
پھر آئی ہیں چل کر مرے گھر تیز ہوائیں

آہٹ لئے پھرتی ہیں تری شب کو اسی طرح
کھلواتی ہیں اکثر مرا در تیز ہوائیں

جا کی نہیں ملتی کوئی شئے اپنی جگہ پر
تیری طرح رکھتی ہیں اثر تیز ہوائیں

○

آپ کی جیسے ادا ہوگیا سادہ کاغذ
خط کے بدلے میں سزا ہوگیا سادہ کاغذ

لکھنے پڑھنے کا سلیقہ تھا ہمیں برسوں سے
لیکن اُسکو جو لکھا ہوگیا سادہ کاغذ

تم کو خط لکھنے پہ اکساتا ہے ہر بار مجھے
اب مرے حق میں بلا ہوگیا سادہ کاغذ

چھن گیا جب مرے ہاتھوں سے غلط فہمی میں
آپ ہی حرفِ ندا ہوگیا سادہ کاغذ

آپ نے جب سے قلم چھین لیا ہے میرا
ایک خاموش دعا ہوگیا سادہ کاغذ

شعر لکھنے کا ارادہ جو کیا جامیؔ نے
ایک روشن سی فضا ہوگیا سادہ کاغذ

▲

○

سہہ رہا ہوں دیکھ کب سے تیرا دردِ زخم مَیں
آپ اپنے واسطے ہوں کس قدر بے رحم مَیں

تو سمجھ میں آگیا میرے تو اب یہ حال ہے
ہوگیا ہوں آپ ہی اپنے لیئے نا فہم مَیں

جیسے جیسے زندگی بننے لگی میرا یقیں
ویسے ویسے ہوگیا خود ہی گمان و وہم مَیں

چوٹ اگر لگتی ہے تجھکو درد ہوتا ہے مجھے
اسقدر رکھتا ہوں تیرے غم سے راہ و رسم مَیں

مَیں ترے ہمراہ اپنے آپ کو تنہا لگا
ورنہ اپنی ذات سے اک انجمن اک بزم مَیں

جانے کب رحمٰن جامیؔ ختم ہو یہ سلسلہ
کہہ رہا ہوں زندگی پر اک مسلسل نظم مَیں

▲

○

دل کی باتیں سن کے شائد ذہن کو جھٹکا سا لگے
جس کو سب جھوٹا سمجھتے تھے وہی سچا لگے

تم ہی کچھ باتیں کرو ہم سے کہ کچھ ایسا لگے
اس بھری محفل میں کوئی تو ہمیں اپنا لگے

آئینے میں خود سے ملکر خوش تو ہو لیتا تھا میں
آئینہ بھی کچھ دنوں سے مجھکو بیگانہ لگے

گھر میں اپنی سوچ کا تھا شور و غل کچھ اسقدر
گھر کے باہر چلتے پھرتے لوگ سناٹا لگے

کچھ ادھورا سا ہے جامیؔ آج تک تیرے بغیر
تو جو مل جائے تو پھر یہ آدمی پورا لگے

○

سامنے میرے جب جب ہُوا آئینہ
کیسی صورت بدلتا رہا آئینہ

میں بظاہر تھا اُسمیں سمایا ہوا
مجھ سے ہر حال میں تھا جدا آئینہ

سامنا بعد مدت کے اس سے ہُوا
مجھکو حیرت سے تکتا رہا آئینہ

مِل کے رحمٰن جامیؔ سے واقف ہوئے
آدمی ہے کہ اک بولتا آئینہ

▲

○

کان بجنے لگے جب خودی بول اٹھی
لوگ سمجھے مری بے کلی بول اٹھی

میرا احساس بھی مرتعش ہو گیا
جب ترے جسم کی نغمگی بول اٹھی

مَیں بھی خاموش تھا تم بھی خاموش تھے
یوں لگا آپ ہی خامشی بول اٹھی

رہنمائی کریں گے مرے نقشِ پا
پا کے منزل مری گمرہی بول اٹھی

شعر رحمٰن جامی نے جب بھی کہے
شعر میں خود بخود زندگی بول اٹھی

▲

وفا کی ہم سے خواہش ہو رہی ہے
ابھی تک آزمائش ہو رہی ہے
فسانے میں حقیقت لکھ رہا ہوں
بڑی تیکھی نگارش ہو رہی ہے
لگی ہے آگ سی سارے بدن میں
تِری یادوں کی بارش ہو رہی ہے
پھر اِس کے بعد جانے کیا ہو اب تو
نوازش پر نوازش ہو رہی ہے
زباں سے کچھ نہیں۔ کہتے ہیں لیکن
نگاہوں سے گزارش ہو رہی ہے
میں شاعر ہوں سراہا جا رہا ہوں
مِرے فن کی ستائش ہو رہی ہے
بچاؤ خود کو اب رحمٰن جامی
حسینوں کی نمائش ہو رہی ہے

▲

○

وہاں سے ہٹ کے گزرتا ہوں مٹ نہ جائیں کہیں
جہاں ملے ہیں تِرے پاؤں کے نشان کئی

کچھ اس قدر ترے بارے میں ہوگئی قربت
مِرے یقیں سے گزرتے رہے گمان کئی

ابھی نگاہ میں منظر دھواں دھواں سا ہے
جہاں جلے ہیں تِرے شہر میں مکان کئی

مِری زمین جہاں تھی وہیں رہی اب تک
مِری زمیں سے گزرے ہیں آسمان کئی

زبان بننا پڑا اُن کی مجھکو اے حباؔمی
زبان رکھتے ہوئے ہیں جو بے زبان کئی

▲

○

اُس کا چہرہ تھا خواب میں لکھا
کیا نشہ تھا شراب میں لکھا

مجھکو مسرور دیکھ کر اُس نے
درد میرے حساب میں لکھا

ایک تحریرِ برق چمکی تھی
اور کیا تھا سحاب میں لکھا

ہے سرِ شام ڈوب جانا ہی
قسمتِ آفتاب میں لکھا

اُس کی آنکھوں میں پڑھ رہا تھا مَیں
تھا بہت کچھ حجاب میں لکھا

▲

○

آگہی شاعری بے خودی شاعری
حُسن بھی شاعری عشق بھی شاعری
تیرگی تیرگی تیرگی شاعری
روشنی روشنی روشنی شاعری
دل کا پیغام ہو حسن کے نام ہو
تو سمجھ لیجئے ہے وہی شاعری
کوئی سمجھے اسے کوئی چاہے اسے
زندگی پیار ہے زندگی شاعری
لفظ اپنی جگہ ہیں پرانے مگر
ہم نے کی ہے انہی سے نئی شاعری
آپ نے ڈال دی پیار کی اک نظر
ہوگئی ہوگئی ہوگئی شاعری
عمر بھر اپنا جامیؔ یہی کام ہے!
شاعری شاعری شاعری شاعری

▲

○

تمنائے دلی ترتیب دے لیں
اب آؤ زندگی ترتیب دے لیں

جنوں سے کام لیں اپنی خودی کا
جمالِ آگہی ترتیب دے لیں

دلوں کے درمیاں ہے ربط کتنا
ذرا وابستگی ترتیب دے لیں

تمہارے بعد جو کچھ بچ گئی ہے
دلوں کی سرخوشی ترتیب دے لیں

کسی دن کام آئے گی ہمارے
متاعِ خامشی ترتیب دے لیں

بہت کچھ کہہ چکے رحمٰن جامی
اب اپنی شاعری ترتیب دے لیں

○

میں حقیقت ہوں اور دنیا خواب
زندگی کیا ہے اک ادھورا خواب

تیری تعبیر تجھ سے کیا پوچھوں
دیکھتا آ رہا ہوں تیرا خواب

کس قدر تھی حسین یہ دنیا
آنکھ مل مل کے میں نے دیکھا خواب

زندگی یوں گزر گئی جامی
جاگ کر کوئی دیکھے سارا خواب

سر پہ یہ آسمان ہے پھر بھی
اپنے گھر کی سی شان ہے پھر بھی

بولتا ہے بڑی صفائی سے
آئینہ بے زبان ہے پھر بھی

دھوپ تو میرے سر سے گزری ہے
تیرے سر سائبان ہے پھر بھی

تو ہی تو مجھ میں ہے سمایا ہوا
درد اک درمیان ہے پھر بھی

ڈوبنے کے قریب ہے کشتی
ناخدا پاسبان ہے پھر بھی

اُن کی ایک ایک بات کی حامی
خامشی ترجمان ہے پھر بھی

○

یاد اُسکی ہم سفر ہے ریل میں
وہ ہے گھر میں اور گھر ہے ریل میں

ریل سے اُترا، ہُوا پھر اجنبی
دوستی بھی مختصر ہے ریل میں

ایک جوڑا سامنے بیٹھا ہُوا
خود سے باہر ہے مگر ہے ریل میں

بیٹھے بیٹھے ہو گئی ہے دوستی
دوستی کیا زود اثر ہے ریل میں

دیکھیئے رحمٰن جامی کب کھُلے
وہ بھی میرا ہم سفر ہے ریل میں

▲

○

ہم پہ بگڑی جو آپ کی صورت
اور اچھی ہمیں لگی صورت

جس سے پیچھا چھڑا کے آئے تھے
سامنے آ گئی وہی صورت

ساتھ ہیں بدگمانیاں اُسکی
اب بچاؤ کی کر کوئی صورت

آئینہ دیکھ کر ہوں مَیں حیراں
آئینے میں بھی ہے تری صورت

میری نیندوں کی ہو گئی دشمن
وہ کنواری وہ سانولی صورت

آشنا تھی جو ایک مدت سے
ہو گئی اب وہ اجنبی صورت

سامنے ہے سدا مرے جامیؔ
وہ سراپا وہی کھڑی صورت

▲

○

تم پہ ہم مر جائیں گے تم دیکھتے رہ جاؤ گے
یہ بھی کر دکھلائیں گے تم دیکھتے رہ جاؤ گے

زندگی کے راستے میں پیار کے ہر موڑ پر
ہم تو ٹھوکر کھائیں گے تم دیکھتے رہ جاؤ گے

انتہائے شوق میں کہلائینگے دیوانے ہم
سر پہ پتھر کھائینگے تم دیکھتے رہ جاؤ گے

ہم تو تڑپے ہیں مسلسل تم سے کر کر کے وفا
اب تمہیں تڑپائیں گے تم دیکھتے رہ جاؤ گے

جسکے پیچھے تم ہو وہ دنیا نہیں اپنے لئے
ہم اُسے ٹھکرائینگے تم دیکھتے رہ جاؤ گے

موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہر حال میں
دل کو ہم بہلائینگے تم دیکھتے رہ جاؤ گے

بات جامی کی کسی حیلے کسی صورت سہی
تم سے ہی کہلائینگے تم دیکھتے رہ جاؤ گے

▲

○

اب آ گئے تیرا حوصلہ اے گردشِ حیات
اب تک مِرے ضمیر نے کھائی نہیں ہے مات

جب تک بھی ہیں رہینگے سلیقے کے ساتھ ہم
معلوم ہے ہمیں بھی کہ دنیا ہے بے ثبات

تیرا مرا وجود کوئی حادثہ نہیں!
تیرے مرے وجود سے برپا ہیں حادثات

تو نے جو آگہی کی کہی لوگ چپ رہے
اک حشر سا اٹھا گئی میرے جنوں کی بات

مَیں جاگ اٹھا کہ صبح نے کی آ کے گُدگُدی
پہلو میں مَیں نے دیکھا کہ سوئی پڑی ہے رات

سچائی بے پناہ ہے ہر ہر مقام پر
حسامی کی شاعری کی یہی تو ہے خاص بات

▲

○

رستے میں زندگی سے ملاقات ہوگئی
واللہ آپ ہی سے ملاقات ہوگئی

مجھکو تمام عمر پڑا غم سے واسطہ
اک بار کیا ہنسی سے ملاقات ہوگئی

ہر بار سیدھی راہ سمجھ کر چلا مگر
رستے میں گمرہی سے ملاقات ہوگئی

شدت مرے جنوں میں اُسی روز سے بڑھی
جس روز آگہی سے ملاقات ہوگئی

جامی سے ملنے میں تو گیا تھا مگر وہاں
جامی کی شاعری سے ملاقات ہوگئی

○

بنا کر کانچ کا گھر سوچتا ہوں
بچاؤں کس طرح سر سوچتا ہوں

عجب ہے آگ اندر، سوچتا ہوں
ہوا ہے تیز باہر، سوچتا ہوں

مَیں اپنے گھر میں ہوں محفوظ کب تک
یہی اک بات اکثر سوچتا ہوں

مَیں اُسکے پاس جاؤں یا نہ جاؤں
ٹھہر اے دل مکرر سوچتا ہوں

دکھائے اُس نے کیا کیا خواب مجھ کو
کہ اب ایک ایک منظر سوچتا ہوں

بہت کچھ چاہ کر رحمٰن جامیؔ
وہ لکھتا ہوں جو بہتر سوچتا ہوں

▲

○

تمہارے نام پہ مَیں نے بسا لیا جنگل
مرے غموں سے ہے دیکھو ہرا بھرا جنگل

بڑے خلوص سے کرتا ہے گفتگو مجھ سے
سناتا رہتا ہے مجنوں کا ماجرا جنگل

گواہی دیتا ہے انسان کیسا قاتل ہے
یہاں سے لے کے وہاں تک کٹا پھٹا جنگل

پناہ لیتی ہے دنیا اسی کے دامن میں
بنا ہوا ہے زمانے کا آسرا جنگل

نہ جانے لوگ کہاں جا کے بس گئے جامیؔ
جو شہر تھا کبھی آباد ہو گیا جنگل

▲

○

توفیق ہو تو اپنے ذرا من میں دیکھنا
آواز کس کی آتی ہے دھڑکن میں دیکھنا

اس پکی عمر میں بھی لڑکپن میں ہے کشش
جاتا نہیں ہے مُڑ کے لڑکپن میں دیکھنا

اچھا لگے ہے تیری سلائی کے اون میں
خود بھی الجھنا تجھکو بھی الجھن میں دیکھنا

مجھ کو ہٹا کے دیکھنا تم سے جو ہو سکے
جب جب بھی اپنی یاد کے درپن میں دیکھنا

میں کبھی یہیں کہیں ہوں تمہارے ہی آس پاس
گھر میں یا ہوں میں کبھی، کبھی آنگن میں دیکھنا

جاتی گزشتہ یادوں کی کرتا ہے رہبری
خوبی ہے کیسی عمر کے رہزن میں دیکھنا

○

کُھل جائے رازِ عشق تو یہ راز ہے محبت
انجام سامنے ہے تو آغاز ہے محبت
پیغام دل کا اسکی نگاہوں سے ہے عیاں
خاموشی بولتی ہے تو آواز ہے محبت
نغمے کی روح جاگتی رہتی ہے ساتھ ساتھ
آواز گر نہیں ہے تو یہ ساز ہے محبت
اظہارِ اضطراب ادھر سے بھی ہو ذرا
ورنہ مری نگاہ کا اعجاز ہے محبت
دے کر کھلونا چھین بھی لیتے ہیں ہاتھ سے
ملتا بھی ہے تو آپ کا اعزاز ہے محبت
مانا کہ پُراثر ہے کسی اور کے لئے
میرے لئے تمہارا یہ انداز ہے محبت
جامی عمل بھی کر کے دکھاؤ تو بات ہے
ورنہ فقط خیال کی پرواز ہے محبت

▲

○

تجھکو پانا ہے تو آپ اپنے کو کھونا ہوگا
اپنی کشتی کو یہاں خود ہی ڈبونا ہوگا

اب جو برسیں گے تو کھل جائینگے غم کے بادل
دھوپ نکلے گی تو موسم بھی سلونا ہوگا

دیکھنا ہوگا کہ زرخیز زمیں ہے کہ نہیں
پھر کہیں بیج بھی احساس کا بونا ہوگا

شعر میں لانی ہے تاثیر تو جامی صاحب
دل کے جذبات کو لفظوں میں سمونا ہوگا

☗

○

ہم پر خدا کا شکر ہے بگڑا نہیں مزاج
دنیا میں ہم نے آپ سا دیکھا نہیں مزاج

یہ اور بات ہے کہ فقط ہم سے مل گیا
ورنہ کسی سے آپ کا ملتا نہیں مزاج

ملیے تو یاد رکھیے کہ حساس ہیں بہت
اوروں کی طرح دیکھیے اپنا نہیں مزاج

جو کچھ کہ دیکھا جھوٹ تھا جو تھا فریب تھا
کیا کیا ہے اور آپ کا کیا کیا نہیں مزاج

کل کچھ تھا آج کچھ ہے تو اب کچھ ابھی ہے کچھ
سچ تو یہ ہے کہ آپ کا اپنا نہیں مزاج

ہر بار مل کے آپ نے پرسش ہماری کی
پھر بھی ہمارا آپ نے سمجھا نہیں مزاج

غصہ بھی ضبط بھی ہے جلال و جمال بھی
جامیؔ کسی نے آپ سا پایا نہیں مزاج

○

لقمان نے کہا تھا نہیں عشق کا علاج
لیکن تمہاری ایک نظر نے کیا علاج

ہر بار اُس نے دیں مجھے جھوٹی تسلّیاں
چارہ گری یہی ہے تو بس ہو چکا علاج

نظریں ملیں تو اور ہرے ہوگئے ہیں زخم
دیدارِ یار نے تو کیا ہے جدا علاج

پرسش جو تم نے کی مری حالت بدل گئی
واللہ تم نے خوب کیا ہے مرا علاج

یہ ابتدا ہے عشق کی ہو جائیگی شفاء
جانی مرض بُرا ہے کرو کچھ دوا علاج

○

کس جگہ سچی ہے تو اور کہاں جھوٹی ہے
دیکھ اَے زندگی تصویر تِری کھینچی ہے

میرے احساس کو رہ رہ کے جگانے والے
سچ بتا تو نے کبھی اپنی خبر بھی لی ہے

وہ بھلا ظلم و ستم ہو کہ ترا لطف و کرم
تیری ہر بات یہاں تیرے ہی مطلب کی ہے

ساتھ ہوں گردشِ ایام کے لیکن اب تک
شام میری ہے یہاں اور نہ سحر میری ہے

فاصلہ تجھ سے برابر رہا ہر حالت میں
آکے نزدیک بھی دیکھا تو وہی دوری ہے

اُس سے مِل کر مجھے اِس بار مسرت بھی ہوئی
اب کے دیکھا تو بہت بدلا ہوا حالی ہے

○

تھا تو وہ خاموش پر مجھ کو لگا گویا بہت
اور جب جانے لگا مل کر گلے رویا بہت

اُس سے جب بچھڑا تو یہ احساس ہی غالب رہا
اُسکو پانے کے لئے مَیں نے اُسے کھویا بہت

بھاگتا پھرتا رہا شب بھر اجالے کے لئے
تھک گیا تھا دن نکل آیا تو میں سویا بہت

اب خدا جانے یہاں یہ فصل کیوں اُگتی نہیں
پیار کو تیری زمیں میں مَیں نے تو بویا بہت

اب اِسے رحمٰن جامی تم ہی کچھ ہلکا کرو
زندگی کا بوجھ مَیں نے رات دن ڈھویا بہت

▲

○

تا دیر احتیاط سے سوچا گیا مجھے
پھر اسکے بعد عشق میں ڈھالا گیا مجھے

ان کی سمجھ سے دور تھا جو تھے مرے قریب
جا جا کے دور دور سے دیکھا گیا مجھے

مَیں سایہ دار پیڑ تھا گھر میں ہرا بھرا
تعمیرِ نو کے نام سے کاٹا گیا مجھے

مجھ میں طلوع ہونے کی طاقت تھی اسلئے
تہ میں سمندروں کی اتارا گیا مجھے

محفل میں جانتا نہ تھا کوئی تری زباں
میں تیرا ترجماں تھا بُلایا گیا مجھے

حامیؔ میں اسکو دیکھ کے تکتا ہی رہ گیا
بیگانہ پن کے آئینہ دکھلا گیا مجھے

▲

○

جب تسلّی تری لگی سچ مچ
بے کلی سب بے کلی لگی سچ مچ

تجھ سے ملنے کے بعد ہی مجھکو
زندگی زندگی لگی سچ مچ

قرب سے اُسکے ساری تاریکی
مجھکو تو چاندنی لگی سچ مچ

راہ سے بے خودی کی جب گزرے
آگہی آگہی لگی سچ مچ

تم بھی خاموش میں بھی تھا خاموش
خامشی بولتی لگی سچ مچ

اُسکی آنکھوں سے میں نے پی جاتی
بے خودی بے خودی لگی سچ مچ

○

جھوٹ تیرا ہے یا ترا ہے سچ
زندگی یہ بتا کہ کیا ہے سچ

لوٹنے والا خود گواہی دے
میرے لُٹنے کا ماجرا ہے سچ

موت کا حق ہے زندگی کیا ہے
زندگی کا یہ حادثہ ہے سچ

سر قلم ہو کے سر بلند رہا
کس کے آگے بھلا جُھکا ہے سچ

آدمی آدمی کے بارے میں
جھوٹ کہتا ہے بولتا ہے سچ

آدمی کس قدر بھٹکتا ہے
زندگانی کا یہ نشہ ہے سچ

مصلحت نام ہے ضرورت کا
مصلحت سے مگر جُدا ہے سچ

سُن کے حیرت سے گنگ ہے دنیا
میرے منہ سے نکل پڑا ہے سچ

میں اُسے ڈھونڈتا پھرا حامی
میرے اندر چھپا ہوا ہے سچ

O

پھر دیا اُس نے پیار کا لالچ
دے کے قول و قرار کا لالچ

آج تک انتظار ہے تیرا
ہے عجب انتظار کا لالچ

دے رہا ہے ہمیں ابھی دھوکا
آپ کے اعتبار کا لالچ

اور بھی کر دیا ہمیں مجبور
دے کے اک اختیار کا لالچ

پھنس گئی اپنے جال میں مکڑی
رنگ لایا شکار کا لالچ

ہوش میں آ گئے ہیں ہم جامیؔ
اب نہیں ہے خمار کا لالچ

○

گاؤں میں مجھ سے کھُل کے کھیلی صبح
شہر میں بن گئی پہیلی صبح

آج تک ہے جوان برسوں سے
آج تک ہے نئی نویلی صبح

اجنبی بن گئی جوانی میں
میرے بچپن کے ساتھ کھیلی صبح

تیری صحبت میں ہو گئی قاتل
خوبصورت حسین کٹیلی صبح

لوٹ لیتی ہے میرا صبر و قرار
آ کے ہر روز یہ چھبیلی صبح

مجھکو رہ رہ کے چبھ گئی جانی
کس قدر تیز ہے نکیلی صبح

▲

○

بُجھے نہ آگ محبت کی کچھ ہُوا دینا
بھڑک اٹھے جو یہ شعلہ تو پھر بجھا دینا

کروں جو تم سے کبھی بے رخی کا میں شکویٰ
مری شکایتِ بے جا پہ مسکرا دینا

ہمیں بھی آتا ہے تیری شکایتیں سُن کر
ہر ایک بات پہ رہ رہ کے مسکرا دینا

کبھی کبھی یہ دبے پاؤں آئے گا دل میں
مرے خیال کو ہرگز نہ راستہ دینا

بُھلانے والے تجھے صرف اتنا کہنا ہے
کسی کو اتنا بھی آساں نہیں بُھلا دینا

پھر اُسکے ہاتھ نہ آؤ تو بولتا جامیؔ
تم اپنی شاخِ انا کو ذرا جھکا دینا

▲

○

بے چین سی ہے رات کہ تنہائی ساتھ ہے
اب ہونگے حادثات کہ تنہائی ساتھ ہے

ہیں لمحے بے ثبات کہ تنہائی ساتھ ہے
اب دن ہے اور نہ رات کہ تنہائی ساتھ ہے

سادہ ہیں کاغذات کہ تنہائی ساتھ ہے
رکھ دو قلم دوات کہ تنہائی ساتھ ہے

اب احتیاط سے قدم آگے بڑھایئے
ممکن ہیں واردات کہ تنہائی ساتھ ہے

احساس میرا یہ ہے کہ خود آج اپنے ساتھ
کھائی ہے میں نے مات کہ تنہائی ساتھ ہے

جاؔمی اب اس سے اچھا کوئی موقع نہیں
کرلو گزارشات کہ تنہائی ساتھ ہے

▲

○

ہم ہیں ہمارے دَور میں ماہر علوم کے
قصے بھی ہم کو یاد ہیں مولانا روم کے

بیٹھے جگہ ہی سیر کتابوں میں ہم نے کی
ایسے لگا کہ آئے ہیں دنیا میں گھوم کے

ابلیسِ وقت تم کو پڑھاتا رہا سبق
پڑھتے رہے ہو تم بھی اسے جھوم جھوم کے

ہم نے رواج توڑ دیئے پیار کے عوض
پابند تم سے لوگ ہیں اب بھی رسوم کے

جانا تھا جن کو چاند پہ، جا کر بھی آ گئے
مارے ہوئے ہیں آپ ابھی تک نجوم کے

سچ تو یہی ہے لکھنے کی فرصت نہیں ہیں
جامیؔ لکھیں تو اپنے بھی قصے ہیں دھوم کے

▲

○

جام بھر کے دے ذرا نزدیک آ
مست کر دے ساقیا نزدیک آ

ساری رنجش بھول جا نزدیک آ
بے وفا اے بے وفا نزدیک آ

غنچے ہیں بے تاب کھلنے کیلئے
گُل کھلائیں اے صبا نزدیک آ

تابکے یہ فاصلہ اے زندگی
آ ذرا نزدیک آ نزدیک آ

شاعری رحمٰن جامی کی سنیں
اے محبت آشنا نزدیک آ

▲

○

ہاتھ آآ کر میرے اکثر نکل جاتا ہے دن
میں پکڑنا چاہتا ہوں اور پھسل جاتا ہے دن

ٹوٹنے لگتا ہے لمحوں کا بدن ہر چوٹ پر
رفتہ رفتہ برف کی صورت پگھل جاتا ہے دن

کاروبارِ زندگی میں دیکھتے ہی دیکھتے
مجھکو تنہا کر کے چپکے سے نکل جاتا ہے دن

خرچ ہو جاتا ہے ہاتھوں ہاتھ سکّے کی طرح
گرمیٔ بازار بڑھتی ہے تو چل جاتا ہے دن

زد میں آجائے نہ تیرا دامن صد احتیاط
آگ میں آہوں کی میرے دیکھ جل جاتا ہے دن

میرے گھر رحمٰن جامیؔ روز لیتا ہے پناہ
اور مجرم کی طرح چھپ کر نکل جاتا ہے دن

▲

○

ہر بار اسے سن کر میں ہو گیا گم صم سا
آواز میں جادو تھا لہجہ تھا ترنم سا

آنکھوں میں شرارت سی ہونٹوں پہ تبسم سا
ہے اسکی اداؤں سے اس دل میں تصادم سا

آنکھوں کا جب آنکھوں سے ہوتا ہے تصادم سا
سناٹا بھی خود جیسے لگتا ہے تکلم سا

جب کیفیتِ دل کے اظہار کا وقت آیا
محسوس ہوا اسکی آنکھوں میں توہّم سا

اک ہم بھی جیالے ہیں دنیا سے نرالے ہیں
اک یہ بھی حقیقت ہے کوئی بھی نہیں تم سا

جب آنکھ ملی تم سے جذبات میں ہلچل تھی
اس دل کے سمندر میں برپا تھا تلاطم سا

اُس شوخ کی آنکھوں کی جب میں نے زباں سمجھی
محسوس ہوا جیسا ہر لفظ تکلم سا

٭

○

میرا رستہ ٹیڑھا میڑھا میں ہوں اُس پر آوارہ
دل کے پیچھے میں چلتا ہوں میرا رہبر آوارہ

رنگ ترے چہرے کا اُڑا تھا غصہ تجھکو آیا تھا
واعظ نے تو کی تھی نصیحت مجھکو سمجھ کر آوارہ

تنہائی کا ساتھ ہے ہر دم خلوت ہو یا محفل ہو
گھر میں تنہا ہو جاتا ہوں گھر سے باہر آوارہ

حیرانی سی حیرانی ہے اپنا چہرہ تکتا ہوں
آئینہ بھی بول اٹھا ہے مجھکو یکسر آوارہ

یہ مانا اچھا شاعر ہے لیکن تیرا جوڑ نہیں
جامیؔ کا پھر نام نہ لینا وہ ہے بے گھر آوارہ

▲

○

محبت کی کیا ابتدا ہوگئی
ابھی سے قیامت بپا ہوگئی

وہ پلٹے مری سمت بے ساختہ
خموشی سمٹ کر صدا ہوگئی

وہ مجھکو سنبھالے رہے دور تک
یہ لغزش مری آسرا ہوگئی

ہُوا دل کا عالم ہی زیر و زبر
نظر آپ کی حادثہ ہوگئی

بڑھی حد سے جب آپکی بے رخی
توجہ کا اک سلسلہ ہوگئی

گنہگار و مجرم تو بخشے گئے
مری بے گناہی سزا ہوگئی

▲

○

کیوں آج اتنی سرد ہے سورج کی روشنی
ویسے تو فرد فرد ہے سورج کی روشنی

رستہ سجھائی دے تو بھلا کیا سجھائی دے
ہر سمت گرد گرد ہے سورج کی روشنی

موسم کھڑا ہے یاد کا منظر لیئے ہوئے
رہ رہ کے دل کا درد ہے سورج کی روشنی

ہر آنکھ یا تو ہو گئی یرقان کی شکار
یا خود ہی زرد زرد ہے سورج کی روشنی

آنکھیں ملا کے بات کرے تو سبھی کوئی
گویا نگاہِ مرد ہے سورج کی روشنی

عینک کا رنگ بدلا کہ منظر بدل گیا
دیکھو تو لاجورد ہے سورج کی روشنی

نکلی تھی آدمی کے تعاقب میں پہلے دن
ابتک زمیں نورد ہے سورج کی روشنی

جامی کسی کے دل میں اجالا نہ کر سکی
مانا کہ کارکرد ہے سورج کی روشنی

▲

○

راہِ محبّت کہلائی وہ جس پر میرا پیر گیا
آگے آگ کا دریا آیا اُسکو بھی میں تیر گیا

غنچہ غنچہ مہکا مہکا روشن روشن رستہ ہے
وہ نکلا تھا صبح سویرے کر کے چمن کی سیر گیا

نکلا تھا ہر ایک مسافر اپنی اپنی منزل پر
کوئی سوئے دل آیا ہے کوئی سوئے دیر گیا

البم کی تصویریں ساری آئینہ ہیں ماضی کا
میرے آگے اک اک لمحہ آ کر جیسے ٹھیر گیا

جب وہ میرے گھر آیا تھا اپنا بن کر آیا تھا
جامیؔ اُس نے پھر کچھ سوچا واپس بن کر غیر گیا

▲

○

بھٹک رہا ہوں کوئی راہبر نہیں ملتا
ترے نگر میں مجھے اپنا گھر نہیں ملتا

ملے تھے یوں تو مسافر کئی سرائے میں
رہِ جنوں کا کوئی ہمسفر نہیں ملتا

کسے دکھائیں ہنر فن کی داد کس سے لیں
چمن میں اپنے کوئی دیدہ ور نہیں ملتا

نگر نگر میں تجھے ڈھونڈتے ہیں ہم لیکن
بھٹک رہے ہیں مگر تیرا در نہیں ملتا

تلاش میں ہے نظر میری جسکی اے جامیؔ
سحر ملی تو وہ رنگِ سحر نہیں ملتا

▲

چلتے چلتے کبھی رُکی ہے نبض
لمس سے تیرے چل پڑی ہے نبض

یاد جس وقت تیری آئی ہے
خود بخود تیز ہو گئی ہے نبض

جسم میں دوڑنے لگا ہے خوں
انگلیوں میں تِری مِری ہے نبض

تیرے چھوتے ہی زندگی آئی
دھڑکنیں تیری ہیں مِری ہے نبض

لمس کیا اُس کا پا گئی جامیؔ
اب اشاروں پہ چل رہی ہے نبض

○

کتنا بیگانہ ہو گیا چہرہ
اپنا چہرہ نہیں رہا چہرہ

طبعِ نازک پہ کیا گراں گزرا
کیوں ہے بگڑا ہُوا بھلا چہرہ

آئینہ دیکھ کر میں پچھتایا
کہیں دیکھا ہُوا لگا چہرہ

گُم کہاں ہو گیا خدا جانے
اُس کا وہ درد آشنا چہرہ

اُس کی آنکھیں کھُلی تھیں لب تھے بند
دیر تک بولتا رہا چہرہ

یہ بھی اب اجنبی سا ہے جامیؔ
تھا کبھی اپنا آشنا چہرہ

▲

○

اِس واسطے مَیں گھر نہیں لَوٹا کئی دن تک
نِکلا نہیں سر سے ترا سَودا کئی دن تک

جاگی رہی احساس کی دنیا کئی دن تک
گھر میں رہا سورج کا بسیرا کئی دن تک

مَیں تجھ سے جُدا ہو کے ہُوا اور پریشاں
آیا نہیں جینے کا سلیقہ کئی دن تک

کیا تو نے نگاہوں سے پِلا کر مجھے چھوڑا
اُترا نہ ترے پیار کا نشہ کئی دن تک

اک دن اُسے دیکھا تھا ذرا غور سے جامیؔ
پھیلا رہا آنکھوں میں اُجالا کئی دن تک

▲

دوا نے کوئی دکھایا نہیں اثر مجھ کو
پھرا رہا ہے مرا درد دربدر مجھ کو

میں ایک خواہشِ بے نام کا پرندہ ہوں
ملے ہوئے ہیں خیالوں کے بال و پر مجھ کو

میں اپنے گھر میں مسافر ہوں ایک مدت سے
کہ اب تو لگتا ہے سارا جہاں ہی گھر مجھ کو

پتہ چلا ہے کہ خود میں ہی اپنا دشمن ہوں
تو اپنے آپ سے ہونے لگا ہے ڈر مجھ کو

مشاعرے میں تجھے میں نے بھی سنا جامیؔ
بھلے لگے ترے اشعار خاص کر مجھ کو

○

مُنہ پہ کہہ دی جو بات کہنی تھی
مجھ میں کب احتیاطِ ذہنی تھی

دیکھ کر تجھ کو آنکھ چُندھیائی
جانے کیا چیز تو نے پہنی تھی

جس نے کانٹے چبھو دیئے دل میں
وہ تو پھولوں کی ایک ٹہنی تھی

میں نے کہہ دی خموش آنکھوں سے
تم سے جو بات مجھ کو کہنی تھی

آ گئے جس کی زد میں سب جامی
اِس جہاں کی دریدہ دہنی تھی

▲

○

اب اگر تجھ سے دوستی ہے شرط
آپ اپنے سے دشمنی ہے شرط

یہ تمنا ہے میں تجھے دیکھوں
اس اندھیرے میں روشنی ہے شرط

بے خودی بھی خودی بھی اپنی ہے
آپ اپنے سے آگہی ہے شرط

موت سے پہلے مل نہیں سکتے
اُسکے دیدار کی کڑی ہے شرط

ہم بھی کچھ کر دکھائیں گے جامیؔ
اس خرابے میں زندگی ہے شرط

▲

○

اُن کے اندازِ خوش بیانی میں
لطف آنے لگا کہانی میں

پورے اُترے وہ میہمانی میں
دل گیا اپنا میزبانی میں

اُسکی آنکھوں میں اشک کے قطرے
جل رہے ہیں چراغ پانی میں

کر دیا ہم نے تجھکو لافانی
آکے خود اِس جہانِ فانی میں

کام آتا تھا بس یہی حامی
شاعری کی ہے زندگانی میں

▲

○

دل کو کر کے سپر بچاؤں میں
وار اُس کا اگر بچاؤں میں

کر رہے ہیں وہ جلوہ سامانی
کیسے اپنی نظر بچاؤں میں

حملہ آور ہے زندگی مجھ پر
جان کیا بھاگ کر بچاؤں میں

قافلے میں ہیں سب کے سب بھوکے
کیسے رختِ سفر بچاؤں میں

سنگ باری ہے ہر طرف جامی
کس طرح اپنا سر بچاؤں میں

▲

○

جھانکو مرے اندر مجھے باہر سے نہ دیکھو
بدکار نظر آؤں گا منبر سے نہ دیکھو

ہوں یوسفِ کنعاں کی طرح بے سروساماں
للہ مجھے چشمِ برادر سے نہ دیکھو

محسوس کرو مجھکو کہ موجود ہوں مَیں بھی
جھٹلاؤ نہ یوں آنکھ کے پتھر سے نہ دیکھو

ساحل پہ کھڑے لوگ تماشائی لگیں گے
بہتر ہے انہیں بیچ سمندر سے نہ دیکھو

چھوٹی نظر آئے گی بڑی چیز بھی تم کو
دیکھو مجھے کہسار کے اوپر سے نہ دیکھو

مِل بیٹھ کے پڑھ لو مجھے اخبار کی صورت
چھُپ کر کبھی چلمن سے کبھی در سے نہ دیکھو

جامیؔ کی طرف دیکھو محبت کی نظر سے
دنیا تمہیں کیا سمجھے گی اِس ڈر سے نہ دیکھو

○

آپ بھی میری طرح آس سے گزرے ہونگے
دل ہے سینے میں تو احساس سے گزرے ہونگے

زہر پی لینے پہ بھی ہو گئے ہوں گے مجبور!
تشنہ لب جب بھی کڑی پیاس سے گزرے ہونگے

ہائے کیا ہم پہ قیامت نہیں بیتی ہوگی
اجنبی بن کے وہ جب پاس سے گزرے ہونگے

یاد تو آ گیا ہوگا انہیں ابلاغ مرا
جب وہ ترسیل کے افلاس سے گزرے ہونگے

ہم میں خوشبو تری آئی ہے تو حیرت کیوں ہے
ہم یقیناً تری بو باس سے گزرے ہونگے

گرمیٔ لہجہ فقط یوں ہی نہیں ہے جامیؔ!
عمر بھر سوزشِ انفاس سے گزرے ہونگے

○

خود اپنے آپ ہی نام و نمود کھو بیٹھا
کہ نقطہ پھیل کے اپنا وجود کھو بیٹھا

بھڑک کے بن گیا شعلہ تو دود کھو بیٹھا
پھر اُسکے ساتھ ہی خوشبو بھی عود کھو بیٹھا

وہ باڑھ کھیت میں اپنے لگا کے تھا محفوظ
ہوس میں آگے بڑھا تو حدود کھو بیٹھا

توجہ اصل کی جانب سے جب ہٹی اُسکی
زیاں نصیب ہُوا اور سود کھو بیٹھا

کمالِ ضبط سے پانی بھی ٹھوس برف بنا
جو ضبط ٹوٹا تو سارا جمود کھو بیٹھا

ترے سبب ہُوا جامی جہاں میں آوارہ
جو تجھ سے چھوٹا تو پھر باش و بود کھو بیٹھا

○

ساقی اک اور جام ذرا دے کے بس مجھے
آنے لگا ہے حال پہ تیرے ترس مجھے

پہچان ہی سکے نہ کہیں اُسکی چشمِ ناز
اے زندگی کی دھوپ نہ اتنا جھلس مجھے

رَس بس کے تیرے ساتھ کچھ اتنا تو ہو سکا
اب آشیاں کی طرح لگے ہے قفس مجھے

ناگن ہے تو تو' عادی ہوں میں تیرے زہر کا
اے زندگی جو ڈسنا ہے جی بھر کے ڈس مجھے

اپنا جسے سمجھا تھا اپنا نہیں تھا وہ
جو غیر تھا وہ لگتا ہے اب ہم نفس مجھے

جامی کے ساتھ آپ جہاں لے چلیں' چلوں
مسجد ہو میکدہ ہو نہیں پیش و پس مجھے

○

کی بند میں نے آنکھ تو بینائی بڑھ گئی
ڈالی جو پھر نگاہ تو تنہائی بڑھ گئی

تو نے جو مجھکو دور کیا اپنے آپ سے
تجھ سے محبت اور مرے بھائی بڑھ گئی

ارزاں ہوئی نگاہ تو نقش ترے چھپ گئے
جلوؤں کی تیرے اور بھی مہنگائی بڑھ گئی

خود میں بھی اپنے آپ سے آگاہ ہو گیا
اچھا ہوا کہ تجھ سے شناسائی بڑھ گئی

میں تو چھپانے آیا تھا قد اپنا بھیڑ میں
لیکن یہاں کچھ اور بھی اونچائی بڑھ گئی

میں جھوٹ بولنے پہ جو آمادہ ہو گیا
پیچھے مجھے ڈھکیل کے سچائی بڑھ گئی

جامیؔ گناہ کا ہے نے دامنِ یوسف ہوا ہے دل
اس زندگی کی جب سے زلیخائی بڑھ گئی

○

زمیں کے چاند ستارو ہمارے ساتھ رہو
ہمارے ساتھ گزارو ہمارے ساتھ رہو
نہ اپنے آپ سے ہارو ہمارے ساتھ رہو
غرورِ حُسن کے مارو ہمارے ساتھ رہو
خزاں کا دور جب آئے گا دیکھا جائے گا
ابھی چمن کی بہارو ہمارے ساتھ رہو
سُلگ اٹھے نہ کہیں احتیاط کا دامن
سنبھل سنبھل کے شرارو ہمارے ساتھ رہو
خوشی کے نام سے ہونے لگی ہے وحشت سی
ہمارے غم کے سہارو ہمارے ساتھ رہو
ہمیشہ رہتی ہے کشتی ہماری طوفاں میں
کبھی کبھی تو کنارو ہمارے ساتھ رہو
بھٹک نہ جائے کہیں پھر سے راستہ جامیؔ
ہمارا ساتھ دو یارو ہمارے ساتھ رہو